بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کا

ماہنامہ منادی نئی دہلی

© https://www.khwajahasannizamilife













مُنَادِیًا یُّنَادِی لِلاِیمَانِ

مُنادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بُلا رہا ہے۔(سورۃ آل عمران:193)

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے

ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشایخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلویؒ کی یادگار

ماہنامہ منادی نئی دہلی

مارچ 2023

جلد : 01 شمارہ : 04

مدیر اعلیٰ : خواجہ سید محمد نظامی

مدیر : عبدالملک نظامی

نائب مدیر : خواجہ سید محمد شافی نظامی

اعزازی مدیر : ملا دورویش محی الدین خالد نظامی، ادونی

کمپوزنگ : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ

سرورق ڈیزائن : حافظ رفیق احمد صاحب، گُتی

ای میل : amaliknizami@gmail.com

دفتر کا پتہ : خواجہ ہال، بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔13

رابطہ : 919673379359919810020922

رسالے میں شامل مواد قلمکار کی اپنی رائے ہے۔اس سے ادارہ منادی یا اس کے مدیران کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

© https://www.khwajahasannizami.life

فہرست

الفاتحہ۔ رمضان کے کام	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	03
قرآن کی تلاوت	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	05
اسلام کے احکامات	-----	06
سیر الاولیاء۔روزہ	حضرت امیر خورد کرمانیؒ	08
رمضان کے روزے	مولوی عبدالتواب چشتی	11
رمضان میں سیاہ وسفید ڈورے	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	14
روزوں کی فلاسفی	مولانا نورالدین صاحب	16
تصوف اور روزہ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	23
روزہ اور روزہ داروں کی غذائی ضرورتیں	حکیم عبدالواحد صاحب	26
روزہ ایک ڈاکٹر کی نظر میں	عبدالعزیز صاحب	29
اسلامی رسولؐ (قسط3)	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	31
ضحرت خواجہ حسن بصریؒ (قسط2)	اخلاق حسین دہلوی	34
عوارف المعارف (1)	حضرت سہروردیؒ	40
حضرت بی بی فاطمہ سامؒ	اخبارالاخیار	44
حیات ومسائل نسواں اور قرآن کریم	ڈاکٹر مسرت فردوس	46
حضرت سیدہ محمودہ خواجہ بانو نظامیؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	55
دعا کے ساتھ عمل بھی ضروری	پروفیسر اختر الواسع	60

© https://www.khwajahasannizamilife

شروع بنام اللہ قلم کا کُل

نحمدہٗ ونُصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفاتحہ

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

اے بھوک میں روٹی اور خوف میں امن دینے والے مالک، مجھ تک تیرا پیغام پہنچ گیا، اور میں نے اس کے مطابق کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا خواہشات کو قابو میں کرلیا، اور اب دنیا سے منہ موڑ کر اور تیرے آگے سر جھکا کر تجھ کو پکارتا ہوں کہ میرے قریب آ، اور گواہ رہ! کہ میں نے آج کے دن تیری اور تیرے پیامبر کی آواز سن لی، اور اس پر لبیک کہی۔

روزے دار کو افطار کی خوش خبری دینے والے مجھ کو بھی مژدہ سنا کہ میری دعا قبول ہوئی، عتاب کا زمانہ ختم ہوا، اور میری قوم تیری بارگاہ میں پھر مقبول ہوگئی۔!

ہدایت والے قرآن کے صدقے میں جس کے نزول کی آج سالگرہ ہے!

مومن بنادے!

☆☆☆☆

رمضان کے کام

رمضان میں بہت سے مسلمان زکوۃ نکالتے ہیں گویا ہمارے نزدیک رمضان میں ایک مالی سال ختم ہوتا ہے اور دوسرا شروع ہوتا ہے، لیکن میری رائے ہے کہ نئے مالی سال کے تصور کو صرف زکوۃ نکالنے تک محدود نہ رکھنا چاہئے ، بلکہ رمضان کو ہمیں اپنی دینی و دنیاوی پارلیمنٹ کا بجٹ سیشن سمجھنا چاہئے، اور چونکہ ہمارا دین اور ہماری دنیا دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، اس لئے اس مہینہ میں پچھلے سال کے سارے کام کا جائزہ لے کر آنے والے سال کے لئے ہر قسم کا معاشی و غیر معاشی پروگرام بنالینا چاہیئے ۔

پروگرام دو قسم کا ہو ، ایک انفرادی، دوسرا اجتماعی، افرادی پروگرام میں ہر شخص اپنی آمدنی کا اندازہ لگائے اور کوشش کرے کہ اس کا خرچ آمدنی کے اندر رہے، اور اگر خرچ کا تخمینہ زیادہ ہو تو یہ سوچے کہ آمدنی بڑھانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے ، اگر کوئی

© https://www.khwajahasanizamilife

صورت ممکن نہ ہوتو کم ضروری اخراجات کو ترک کرنے کی کوشش کی جائے۔ مذہبی اوراخلاقی پروگرام بنانے سے پہلے پچھلے سال پرایک نظرڈالے کہ اس سے کیا کیا غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئیں ، جو آئندہ نہ ہونی چاہیں، حقوق اللہ کو کس حد تک ادا کیا گیا، اور حقوق العباد باالفاظ دیگر اجتماعی زندگی میں اپنے بھائیوں سے کیا برتاؤ رہا کہیں کس کی حق تلفی تو نہیں کی؟ اگر کی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ بحیثیت مجموعی معاشرت کی ترقی و بہبود کے لئے کیا کام کئے اور کون کون سے کام کرنے چاہئیں تھے جو کسی وجہ سے نہ ہو سکے، اس جائزے کی روشنی میں آئندہ کے لئے ایک مکمل اور تفصیلی پروگرام بنایا جائے۔

اسی طرح اجتماعی پروگرام کے سلسلے میں محلے یا گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہوں اور سوسائٹی کی عام اصلاح و ترقی کے لئے ایک نظام العمل وضع کریں، جس میں افراد کو اجتماعی فرائض سے آگاہ کرنے کا خاص خیال رکھا جائے۔

جن لوگوں کی معاشی حالت خراب ہو ان کے بارے میں غور کیا جائے کہ ان کو اچھا روزگار مہیا کرنے میں سوسائٹی کیا امداد دے سکتی ہے، جو لوگ معذور ہیں ان کی گزراوقات اور دیکھ بھال کا فرض بھی سوسائٹی پر عائدہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ خواہ مخواہ بیکار پھرتے ہیں، اور سوسائٹی پر بوجھ ہیں یا جو لوگ حقوق العباد کو پورا نہیں کرتے ان کی اصلاح کے طریقے بھی سوچتے جائیں، اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کا پروگرام بنایا جائے۔

موجودہ زمانے میں پہلے سے پروگرام طے کر لینے کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔اس لئے ہم کو بھی اگر ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ چلنا ہے، اور زمانے کا ساتھ دینا ہے، تو پہلے سے پروگرام بنا کر اس پر مستقل مزاجی سے عامل ہونے کی عادت ڈالنی پڑے گی۔اس سے دنیا بھی سدھرے گی اور عاقبت کی تیاری بھی ہوگی۔اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، مئی 1955ء)

☆☆☆☆☆

قرآن کی تلاوت

ترتیب: خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

رسول اللہ ﷺ کی قرآن خوانی: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہیں سنتا اللہ تعالے کسی سنے والی چیز کو توجہ سے جیسا کہ سنتا ہے نبیؐ کی خوش آوازی کو جب کہ وہ بلند آواز سے قرآن پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن کو خوش آوازی سے پڑھو: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے ہم میں سے وہ شخص (یعنی ہمارے طریقے پر نہیں ہے) جو قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔ (بخاری)

ایک واقعہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر بیٹھے ہوئے مجھ سے فرمایا میرے سامنے پڑھو۔ میں نے عرض کیا میں آپؐ کے سامنے پڑھوں۔ حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا ہے آپؐ نے فرمایا میں دوسروں سے سننا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کے سامنے سورہ نساء پڑھی اور جب میں اس آیت پر پہنچا (''یعنی کیا کریں گے یہ یہود وغیرہ جب کہ پیش کریں گے ہم ہر قوم میں سے ایک گواہ یعنی ان کا نبی کہ وہ ان کے اعمال و افعال کی گواہی دے گا۔ اور تجھ کو بھی ہم اس امت کا گواہ قرار دیں گے۔'') یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس اب ٹھہر جاؤ۔ اس کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی تو مجھ کو دکھائی دیا کہ آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ (بخاری و مسلم)

قرآن کو خوبی کے ساتھ پڑھو: حضرت براء بن عاذبؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینت دو تم قرآن کو اپنی آوازوں سے یعنی ترتیل و تجوید سے قرآن پڑھو۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

ترتیل و تردید: سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو ترتیل اور تردید کے ساتھ پڑھا کرو۔ لوگوں نے کہا کہ ترتیل تو سب جانتے ہیں۔ (یعنی قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ اور اس طرح واضح اور صاف پڑھا جائے کہ ایک ایک حرف صحیح ادا ہو اور سمجھ میں آئے) تردید کسے کہتے ہیں؟ حضور نے جواب دیا کہ جب کسی آیت اور کسی لفظ پر کیفیت ہو تو اس کی تکرار کرو اور اس کو بار بار پڑھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تین دن میں قرآن ختم نہ کرو:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے تین رات سے کم میں قرآن کو ختم کیا۔ اس نے قرآن کو نہیں سمجھا یعنی قرآن کے مفہوم کو وہ اچھی طرح نہیں سمجھا۔ (ابوداؤد- دارمی)

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 79، شمارہ 6)

☆☆☆☆☆

© http://www.khwajahasannizamisufi

اسلام کے احکام

فرمان خدا

رمضان کے روزے رکھنے کا حکم

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۂ بقرہ پارہ۲) ترجمہ: پس جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینے کو اُس کو روزے رکھنے چاہئے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (بقرہ پ۲) تم پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔

مریض اور مُسافر کے لئے قضا روزے کا حکم:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط (سورہ بقرہ پ۲) ترجمہ: پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں اس کی برابر گن کے روزے رکھ لے۔ جو شخص روزے نہ رکھ سکے اس کو فدیہ دینے کا حکم

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط (سورۂ بقرہ) اور جو لوگ روزے کی طاقت نہیں رکھتے وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روزے کے فدیہ کا کھانا دیدیا کریں۔

صبح صادق سے شام تک روزہ پورا کرنے کا حکم:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ط (سورۂ بقرہ پ۲) ترجمہ: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے، یعنی صبح پھر پورا کر دو روزوں کو رات تک۔

فرمان رسول ﷺ:

عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كل عمل ابن اٰدم يضاعف الحسنة بعشر اٰمثالها الىٰ سبع مائة ضعف قال اللّٰه تعالىٰ اِلّا الصّوم فانه لى وانا اجزىٰ به بدع شهوتهٗ وطعامهٗ من اجلى للصائم فرحتان فرحته عند افطاره وفرحة عندالقاء ربه ولخلوف فم الصَائم اطيب عنداللّٰه من ريح المشك (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا ہر ایک عمل دس گنے سے لیکر سات سو تک زیادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ میرے ہی لئے ہے میں ہی اس کی جزا دونگا، میرا بندہ میرے لئے اپنی نفسانیت اور کھانا چھوڑتا ہے روزہ دار کو دو طرح کی فرحت حاصل ہوتی ہے ایک تو افطار کے وقت دوسرا اپنے رب کی ملاقات کے وقت روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ معطر ہے۔

لِكُلِّ شَئٍ بَابٌ وَبَابُ الْعِبَادَةِ الصَّوْمُ.

(حدیث شریف) ترجمہ: ہر چیز کے لئے ایک دروازہ ہوتا ہے، اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔

من صام رمضان ايمانا و احتسابا غفر له

© https://www.khwajahasanzamanlife

ماتقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا و احتساباغفرلہ تقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابًا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ (بخاری شریف) ترجمہ: جوشخص ایمان وثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھتاہواس کے تمام پہلے گناہ بخش دیئے جائینگے اور جوشخص رمضان میں عبادت وتلاوت قرآن کرتا ہے، اس کے بھی گناہ بخش دیئے جائیں گے، اسی طرح جوشخص ایمان اورثواب کی نیت سے شبِ قدر میں قیام کریگااس کے بھی گناہ بخش دیئے جائینگے۔ اے نیکی کے طلبگار آگے بڑھ، اسے بدی کے خواستگار رُک جا۔

☆☆☆☆☆

کشکول کلیمی (لقمہ-3)

از: حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ

ذکر وفکر کی جتنی بھی قسمیں ہیں مشائخ کرام نے ان کی مختلف انداز میں تعریف کی ہے۔ لیکن سب سے عمدہ قول شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کا ہے۔ فرماتے ہیں، ذکر کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک ذکر لسانی ہے جو ظاہر ہے۔ پھر ذکر قلبی ہے جو "ہواجس نفسانی" اور وساوس شیطانی سے دل کو پاک کر لینا ہے تاکہ یادالٰہی میں انہماک پیدا ہو۔ علاوہ ازیں ذکر سر ہے اور یہ اپنے باطن کو اس طرح پُر کر لینا ہے کہ اگر کوئی خطرہ اندر گھسنا بھی چاہے تو راہ نہ پائے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر سرّ دراصل ذکر قلبی کا ثمرہ ہے۔ سرّ ایک لطیفہ ہے جو فوق قلب واقع ہے، دوام حضور "سرّ" کا مقتضا ہے قلب چونکہ ہر لحظہ منقلب ہوتا رہتا ہے اس لئے اس سے دوام حضور ممکن نہیں۔ ان کے علاوہ ایک "ذکر روح" بھی ہے۔ یہ ذاکرہ کا اپنی صفت سے فنا ہو جانا ہے۔ جب ذاکر دیکھتا ہے کہ خود حق تعالیٰ اس کا ذکر کر رہا ہے تو نہ اس کا ذکر باقی رہتا ہے نہ حال اور ن؟ وصف کیونکہ اس نے اس بات کو جان لیا ہے کہ اس کے ذکر کرنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کر رہا ہے۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ذکر کی طرح فکر کی بھی متعدد قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک سالک کا ان گناہوں اور معصیتوں پر جو اس سے سرزد ہوتی ہیں اور حقوق اللہ کی ادائیگی سے اپنے عجز پر غور وفکر کرنا ہے۔ فکر کی ایک اور قسم یہ ہے کہ سالک اس لطف واحسان پر غور کرے جو اللہ تعالے نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہ بھی دیکھے کہ اس نے ترک شکر کیا ہے یا یہ کہ اگر شکر ادا کیا بھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مقابلہ میں کسی قدر ناقص اور ہیچ ہے۔ پھر ایک قسم یہ ہے کہ سالک اس بات میں تفکر کرے کہ جو کچھ ازل سے ہو چکا ہے اب اس کا ظہور ہو رہا ہے جو کچھ ہونے والا ہے، اس کو لکھ ڈالنے کے بعد قلم سوکھ چکا ہے۔ اب یا تو سعادت سے یا شقاوت۔ ایک اور قسم کا تفکر صنائع بدائع ملکی وملکوتی میں غور وفکر کرنا ہے۔ اس سے سالک کے دل پر حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا غلبہ تازہ ہو جاتا ہے اور اسے وعدہ ووعید یاد آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد شیخ ابوعبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ متفکر کا جلیس نفس ہے اور ذاکر کا جلیس حق تعالیٰ شانہ ہے۔ اسی بنا پر ائمہ نے ذکر کو فکر پر ترجیح دی ہے۔

ذکر کو فکر پر جو ترجیح حاصل ہے اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ذکر حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے جب کہ فکر کا معاملہ ایسا نہیں۔ لہذا جو صفت حق تعالیٰ کی ہے وہ لازما کامل ہے اور جو صفت اس کی نہیں وہ ناقص ہے۔ علاوہ ازیں ذاکر کا رجوع ذات حق تعالے کی طرف ہونا ہے۔ کیونکہ ذکر معرفت ومحبت کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس متفکر نفس، وقت اور حال، قلت وکثرت، زیادتی اور نقصان وغیرہ میں تفکر کرتا ہے اور اپنے محاسبہ نفس میں لگا رہتا ہے۔ غرضیکہ ذکر فکر کا تابع ہے اور فکر ذکر کا لیکن ذکر فکر سے بہت زیادہ کامل، اعلیٰ اور اصفی ہے۔ کیونکہ فکر توبہ کا پیش خیمہ ہے اور ذکر (حق تعالیٰ کے) وصول کا مقدمہ ہے۔

ارشاد باری ہے: (پس تم میرا ذکر کرو، میں تمھارا ذکر کروں گا)

یہاں اللہ تعالی نے اپنے آپ کو ذکر سے موصوف فرمایا ہے فکر سے نہیں۔

(جاری)

سیر الاولیاء- روزہ

سیر الاولیاء میں سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کا روزے سے متعلق بیان

از: حضرت سید محمد مبارک کرمانیؒ المعروف بہ امیر خورد کرمانیؒ

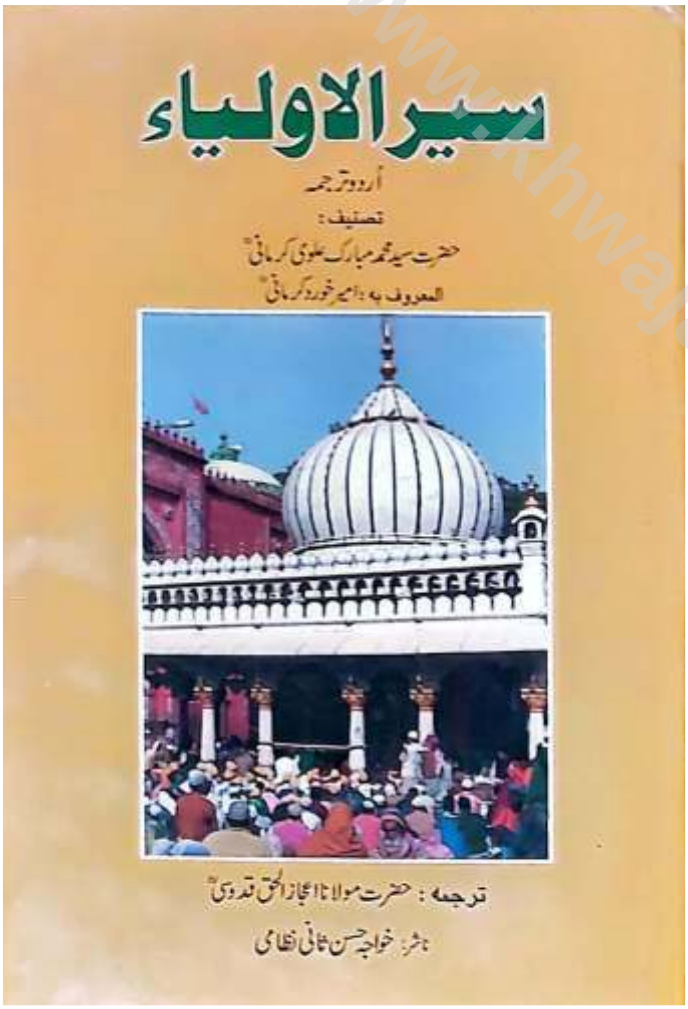
سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا گویا کہ اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس پر جہنم تنگ ہو جاتی ہے اور اس میں نوے گرہ پڑ جاتی ہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں کس طرح مطابقت ہوگی؟

پھر فرمایا کہ پہلی حدیث کا مطلب جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور یہ پانچ روز یعنی دو عیدین اور تین ایام تشریق کے بھی روزے رکھتا ہے، تو اس کے متعلق یہ سمجھو کہ نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ بخلاف اس شخص کے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور ان پانچ دن میں افطار کرتا ہے، دوزخ اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور نوے گرہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ اس کا ٹھکانا نہیں ہوگی۔

نیز فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے شیخ نجیب الدین متوکلہ سے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ اور ہفتہ کے دن کے مسلسل روزے رکھتا ہے اور تیسرے روز افطار کے وقت جو دعا کرتا ہے اُمید ہے کہ وہ قبول ہوگی۔

"عوارف" میں لکھا ہے کہ خبر (حدیث) میں آیا ہے کہ



جو شخص شہر الحرام میں تین روز یعنی جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے لگاتار روزے

© https://www.khwajahasanithanifi.com

رکھے تو وہ دوزخ سے سات سو میل کی مسافت دور ہو جائے گا۔

نیز سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت اور دوسری فرحت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ (پہلی) فرحت کھانے پینے کی نہیں، بلکہ یہ روزہ پورا ہونے کی فرحت، یعنی جب روزہ دار کا روزہ پورا ہوتا ہے تو اس کو روزہ پورے ہونے سے ایک فرحت حاصل ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ اس اطاعت کی ایک جزا معین ہے اور وہ جزا دیدار الٰہی کی نعمت ہے۔ جس طرح کہ روزہ دار روزے کے پورے ہونے سے خوش ہوتا ہے، اسی طرح وہ دیدار الٰہی کی نعمت کی امید سے بھی خوش ہوتا ہے۔ اس کے بعد سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ ہر اطاعت کی جزا معین ہے۔ روزے کی جزا نعمت دیدار الٰہی ہے۔

اس موقع پر اس حدیث کے متعلق بات چل پڑی کہ الصوم لی وانا اجری بہ (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا) حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس طرح بھی سننے میں آیا الصائم لی (روزہ دار میرے لیے ہے)۔ سلطان المشائخؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو انا اجزی بہ کون کہے گا؟ پھر اس کی بات اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں "با" بمعنی "لام" کے آئی ہے۔

نیز فرمایا کہ ''احیاء العلوم'' میں آیا کہ روزہ نصف صبر ہے اور نصف ایمان ہے۔ پھر فرمایا کہ "روزہ نصف صبر ہے'' کا کیا مطلب اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ صبر غلبہ باعث حق کا نام ہے۔ خواہشات کے بواعث پر، خواہشات کی باعث اصل میں دو چیزیں ہیں، ایک غصہ اور دوسرے شہوت، اور روزہ چونکہ شہوت کو مغلوب کرتا ہے اس لیے میں اس کو نصف صبر پاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ درویش کو چاہیے کہ وہ سال بھر میں تہائی سال کے روزے رکھے یعنی چار ماہ کے۔ اس کو لوگوں نے اس طرح تقسیم کیا۔ وہ جو تین ماہ روزے رکھتے ہیں وہ تین ماہ کے علاوہ دس محرم، دس ذی الحجہ اور دس دوسرے متبرک دنوں کے بھی روزے شریک کر لیتے ہیں۔ یہ سب ملا کر ایک تہائی سال کے روزے ہو جاتے ہیں۔

ایک دفعہ سلطان المشائخؒ کی مجلس میں مولانا حسام الدین حاجیؒ اور مولانا جمال اور دوسرے مریدین حاضر تھے۔ یہ ایام بیض تھے۔ کھانا لایا گیا۔ کہا گیا، جو روزہ دار نہیں وہ کھائے۔ اکثر مرید ایام بیض کی وجہ سے روزے سے تھے۔ پھر آپ نے وہ کھانا ان دو صاحبوں کے پاس بھجوایا جو روزے سے نہ تھے۔ پھر فرمایا کہ جب عزیز آئیں تو کھانا لا کر سامنے رکھ دینا چاہیے اور کسی سے یہ نہ پوچھنا چاہیے کہ تم روزے سے ہو یا نہیں۔ اس لیے اگر اس نے کہا کہ میں روزے سے ہوں اس کا یہ کہنا ریا میں داخل ہوگا۔ اگر روزے دار عقیدے میں اس قدر پختہ اور راسخ ہے کہ ریا اس کے پاس نہیں پھٹکتی اور وہ کہے روزے سے ہوں تو فرشتے اس کے اس عمل کو پوشیدہ عبادتوں میں سے نکال کر علانیہ عبادتوں میں لکھیں گے۔ اگر اس نے کہا

© https://www.khwajahasannizamiinfo

کہ میں روزہ دار نہیں ہوں تو اُس نے جھوٹ بولا۔ اگر وہ چپ رہا تو اس نے سوال کرنے والے کی تحقیر کی۔

دل کا روزہ: شیخ عزیز الدینؒ نے، جو سلطان المشائخؒ کے مقربین میں تھے، فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سلطان المشائخؒ مجھ سے فرماتے ہیں کہ کیا تم روزے رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو روزے رکھوں۔ فرمایا، دل کا روزہ رکھو۔ کچھ دن کے بعد شیخ عزیز الدینؒ نے شیخ نصیر الدین محمودؒ سے پوچھا کہ سلطان المشائخؒ نے مجھے خواب میں دل کے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ دل کا روزہ کیا ہوتا ہے؟ شیخ نصیر الدین محمودؒ نے فرمایا کہ سلطان المشائخؒ نے اس طرح تم کو مراقبے کا حکم دیا ہے۔

صوم ریا: سلطان المشائخؒ نے فرمایا، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو طے کرتے ہیں (یعنی فاقد کرتے ہیں) اور روزے رکھتے ہیں، اس کا مقصد ریا، دکھاوا اور تکبر ہوتا ہے۔ اس موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا:

لنکہنت گرترا کند فربہ

سیر خوردن ترا زلنکہن بہ

سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بہت کم دن ایسے ہوتے تھے کہ جن میں آپ روزہ نہ رکھتے تھے۔ اگر چہ آپ کو بخار آتا یا فصد کھلواتے، تب بھی روزہ کا ناغہ نہ فرماتے تھے اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نور اللہ مرقدہ اگر چہ اطاعت وعبادت کثرت سے کرتے تھے، لیکن روزے کم رکھتے تھے۔ یہ آیت اکثر پڑھتے تھے: کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً (پاکیزہ کھانا کھاؤ اور عمل صالح کرو) اس آیت کی تلاوت سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ آیت ان کے عمل کے مطابق ہے۔ اس موقع پر کسی نے سوال کیا کہ ان طیبات سے کیا مراد ہے؟ اور اصحاب کہف نے جو "طعاماً" کہا تھا، وہ کون سا کھانا تھا۔ ارشاد فرمایا، طعاماً سے مراد وہ کھانا ہے کی طرف طبیعت مائل ہو۔ پھر اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ بعض کا قول ہے کہ اس کھانے سے مراد چاول تھے. پھر ارشاد فرمایا کہ مسافر کو میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ (نفلی) نہ رکھنا چاہیے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص کسی قوم کے پاس مہمان ہو وہ نفلی روزہ بغیر اپنے میزبان کی اجازت کے نہ رکھے۔

نیز میں نے سلطان المشائخؒ کے دست مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ روزہ گناہ گاروں کے لیے ڈھال. اور نیک کام کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے قلب سے قساوت دور کرنا چاہتے ہو تو روزے پر مداومت کرو اور رات کو نمازوں میں قیام کرو۔ اگر پھر بھی کچھ باقی رہ جائے تو یتیموں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ ایک اعرابی سے جنگل کی گرم ہوا میں ں روزہ رکھنے کی بابت پوچھا گیا کہ تم جنگل میں باد سموم میں کیسے روزہ رکھتے؟ اس نے جواب دیا کہ جب دنیا تھی میں نہ تھا اور جب میں نہیں رہوں گا تب بھی دنیا رہے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ میرے دن جلد گزر جائیں۔

© https://www.khwajahasannizamiacademy.com

رمضان کے روزے

از: مولوی عبدالتواب چشتی

روزے کی تعریف: صبح صادق فجر کی نماز سے کچھ پہلے سے لیکر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور جماع کے ترک کرنے کو شرع میں روزہ کہتے ہیں مختصر نیت یہ ہے۔

بِصومِ غدنویتُ من شَہرِ رَمَضانَ

رمضان المبارک کے روزے ہوں خواہ دوسرے نفلی روزے سب میں نیت کرنے اور طلوع صبح صادق کے بعد کھانا پینا اور جماع کرنا ناجائز ہو جاتا ہے۔ رمضان کے روزے کی نیت دو پہر تک کرسکتا ہے۔ روزہ ہر ایک مسلمان عاقل، بالغ، تندرست مرد وعورت پر فرض ہے، نابالغ بچہ جو بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرسکتا ہو تو عادت ڈالنے کی غرض سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر فرض نہیں ہے۔

مسائل روزہ: روزے میں نیت شرط ہے، بھول کر کھانے پینے اور حلق میں بلا اختیار گرد وغبار، مکھی، مچھر کے چلے جانے سے روزہ نہیں لوٹتا، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا، خود بخود قے آئے، خواب میں غسل کی حاجت ہونے، خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں جاتا، مسواک کرنا، سر یا بدن میں تیل لگانا، آنکھ میں سرمہ ڈالنا، شوہر کے غصے کے اندیشہ سے نمک چکھ کر تھوک دینے سے روزے میں کس قسم کی کراہت نہیں۔

بلاضرورت کسی چیز کو چبانا، تمام دن بلا عذر ناپاک رہنا بری بات اور سخت گناہ ہے، غیبت وبدگوئی، لڑائی جھگڑا، اور چغل خوری سے روزے کا ثواب بہت ہی کم ہو جاتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے: من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری شریف)

جو شخص باطل کاموں اور بری باتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو اس آدمی کی کچھ پروا نہیں کہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

روزے دار کو قلب و زبان کی سب آفتوں سے بچنا ضروری ہے اور تمام انسانی اعضاء وجوارح سے روزہ رکھنا لازمی امر ہے، ورنہ بجز بھوک پیاس کے روزے سے اور کچھ فائدہ نہیں، یہ ارشاد نبوی ہے:

کم من صائم لیس لہ من صامہ الا الظما وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السہر (ابن ماجہ)

بہت سے آدمی ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوک پیاس کی تکلیف کے اور کچھ فائدہ نہیں اور اسی طرح بہت سے شب بیدار ہیں جن کو بجز جاگنے کے اور کچھ نفع نہیں۔

عورتوں کا روزہ: جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وسلم بیبیوں نے روزہ رکھا، ان کو اتنی شدت سے پیاس لگی کہ روزے کی برداشت نہ ہوسکی، ایک شخص نے جناب رسول

© https://www.khwajaahsanzami.life

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ پیاس کے مارے وہ دونوں مری جاتی ہیں، آپ نے ان دونوں عورتوں کو ایک ایک خالی پیالہ عطا کیا اور کہا کہ آپ اپنے اپنے پیالے میں قے کرو جب دونوں نے قے کی تو پیپ، خون اور گوشت کے ٹکڑے قے کے ساتھ نکلے، آپ نے فرمایا کہ ان عورتوں نے نیک نیتی کے ساتھ ایسی چیز کھا کر روزہ رکھا تھا جس کو خدا نے ان کے لئے حلال کیا تھا، اور ایسی چیز سے افطار کیا جس کو اللہ تعالے نے ان پر حرام کیا تھا یعنی دونوں آپس میں بیٹھ کر آدمی کا گوشت کھا رہی تھیں، مراد یہ کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرتی تھیں۔ (احیاء العلوم)

حدیث شریف میں آیا ہیکہ جب کوئی تم میں سے روزہ دار ہو تو فحش بکواس اور بے ہودہ بات چیت سے اسے پرہیز کرنا چاہئے۔

فان سابہ احدٌ وقاتلہ فلیقل انی امرأ صائم (بخاری شریف)

اگر اس کو کوئی برا کہے یا کوئی لڑنا چاہے تو یوں کہدے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔

روزہ دار کا خاموش رہنا اور سونا بھی عبادت ہی میں داخل ہے:-

نوم الصائم عبادۃ وصمتہ تسبیح وعملہ مضاعف ودعاء مستجابۃ وذنبہ مغفور (بیہقی) روزے دار کا سونا عبادت اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے اس کے عمل بڑھائے جاتے ہیں۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کا گناہ معاف کیا جاتا ہے۔

روزہ رکھنے کی اجازت: حضور اکرم رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بلا عذر کے رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھا پھر اگر تمام سال یا تمام عمر نفل روزے رکھتا رہے یا ساری دنیا کی نعمتیں صدقہ کردے تب بھی رمضان المبارک کے ایک روزہ ہے کے ثواب کو نہ پہنچے گا۔

بیمار، مسافر، حمل، حیض النفاس یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ موقوف رکھنا چاہئے، جب یہ عذر جاتے رہیں تو روزوں کی قضا کی جائے۔ بھوک پیاس کی شدت سے جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دیا چاہئے، اور بعد میں قضا کرنا چاہئے، روزے دار بیمار پڑ جائے یا سفر میں چلا جائے تو روزہ توڑ دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر کی حالت میں عصر کے وقت خود اپنا روزہ توڑ دیا، اور صحابہ کا روزہ بھی توڑوا دیا تھا، پھر فرمایا کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا کچھ اچھی بات نہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت سفر کی حالت میں تھے آپ نے ایک جم غفیر دیکھا اور ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

سفر اور بیماری کی حالت میں جو روزے نہیں رکھے گئے انکی قضا لازم ہے۔ ارشاد باری ہے "جو شخص تم سے بیمار ہو یا سفر

میں ہوتو دوسرے دنوں سے روزوں کی گنتی پوری کرے" (سورہ البقرۃ)

سحری کھانا: سری کھانا مسنون ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ اس میں بڑی برکت ہے (بخاری شریف)

اورعمدہ سحری یہ ہے کہ آخر وقت میں کھائی جائے۔ ھلم اِلا الغذاء المبارک (ابوداودشریف)

نصف رات سے صبح صادق تک سحری کا وقت ہے، جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے " کھاؤ اور پیو یہاں تک کالی دھاری سے سفید دھاری تم کو صاف صاف معلوم ہونے لگے" (سورہ البقرۃ)

افطار کرنا: جب سورج مغرب میں چھپ جائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہوتو روزہ افطار کرنا چاہئے اور افطار میں جلدی کرنی چاہئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تک مسلمان افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے دین کو غلبہ حاصل ہوگا (ابن ماجہ)

کھجور خرما سے روزہ افطار کرنا سنت ہے، اگر یہ میسر نہ ہوتو پانی، نمک، روٹی۔ شیرینی، پھل وغیرہ سے بھی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے، اور کچھ حرج نہیں، کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ کھولنے میں ثواب کم نہیں ہوتا، بلکہ اس کا بہت ثواب ہے کہ اپنے حلال مال سے روزہ کھلوایا جائے۔

مال حرام یا مشتبہ چیزوں سے کبھی روزہ نہ افطار کرنا چاہیے، افطار کے وقت اکثر یہ دعا پڑھی جاتی ہے:-

اللھمّ انی لکَ صُمتُ وَ بِکَ آمَنتُ وَعَلیہَ توَکلتُ وَعَلَی رِزقِکَ افطرتُ

تراویح اور تلاوۃ القرآن: نماز مسلمانوں کی معراج ہے اور نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوۃ (حدیث شریف)

رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد بیس رکعت نماز جو پڑھی جاتی ہے، اسے نماز تراویح کہتے ہیں، تراویح میں جس قدر قرآن شریف پڑھا جائے بہتر ہے مگر اس قدر زیادہ پڑھنا کہ جس سے مقتدی گھبرا جائیں مکروہ ہے۔ تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم نہ کرنا چاہئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم کرتا ہے وہ ذرا نہیں سمجھتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ (ترمذی شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "سات روز میں قرآن شریف ختم کیا کرو" اجرت مقرر کرکے جو قران شریف سنایا جاتا ہے، اس سے نہ تو مقتدیوں کو ثواب ہوتا ہے نہ امام کو۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، مئی 1955ء)

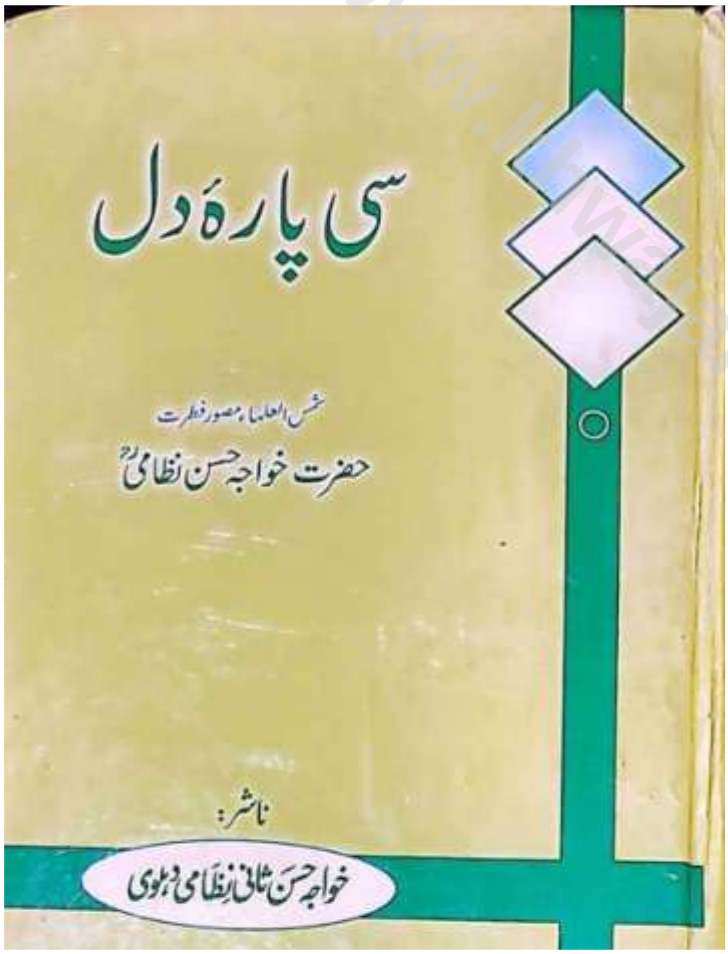
☆☆☆☆☆

© https://www.khwajaatashzamzam.life

رمضان میں سیاہ وسفید ڈورے کی رہنمائی

از: شمس العلماء مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامیؒ
(از توحید 16/اگست 1913ء)

دنیا کی سب سے بڑی کتاب میں رمضان کی نسبت خدا نے فرمایا ہیکہ تم پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں دن کو روزہ رکھو اور رات کو کھاؤ اور پیو جب تک کہ صبح کا سفید ڈورا کالے ڈورے سے نمایاں نہ ہو جائے۔ اہل فقہ کہتے ہیں کہ صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق نمودار ہونے لگے تو کھانا پینا ترک کر دینا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ صبح صادق جب ہوتی ہے کہ نور سحر کے سبب آنکھ کالے سفید ڈورے میں تمیز کرنے لگے۔ یہ تو اہل علم کے مسائل ہیں۔ گدڑی پوش بے نوا کو یہ بحث مقصود نہیں ہے۔ وہ تو قرآن بھیجنے والے کی اس ادا کو دیکھنا اور دکھانا چاہتا ہے جو خط ابیض اور خیط اسود یعنی سفید کالے ڈورے کے الفاظ میں نظر آتی ہے۔



اگر زخمی دل والوں اور تیر خوردہ جگر کو معلوم ہو جاتا کہ روزے کی سحری میں نور ظلمات کے کرشمے دکھائے جاتے ہیں اور رخ وزلف کے جلووں سے رہنمائی ہوتی ہے تو ساری عمر روزہ ترک نہ کیا جاتا اور غالباً یہی وجہ ہے جو بعض

مست الست بارہ مہینے لگا تار روزے رکھتے ہیں۔ان پر انہی کالے سفید ڈوروں نے ڈورے ڈالے ہیں۔خلقت ولایتی گھڑیوں، گولوں اور نقاروں پر آسرا جمائے بیٹھی رہتی ہے۔ ہزار میں شاید ایک آدمی کو بھی سحری کے وقت خدا کی بتائی ہوئی گھڑی کا خیال نہ آتا ہوگا۔ اگر مجازی حیثیت سے ہی صبح کاذب اور صبح صادق کو محض وقت سحری معلوم کرنے کے لیے دیکھا جائے تو وقت سحر کے ہزاروں جلوے آسمان پر نظر آئیں۔

چشم حقیقت ان سیاہ وسفید ڈوروں میں رات دن کی سیاہی وسفیدی سے علیحدہ ایک چیز دیکھتی ہے۔اس لیے اس کو رمضان کی سحری میونسپل کمیٹی کی ممبری، چھوٹے لاٹ کی کونسل کی ممبری، بڑے لاٹ کی کونسل کی ممبری۔اس سے بھی آگے عہدہ ججی اور اگر میسر آئے تو منصب وائسرائے یا وزیر ہند اس سے بھی بڑھ کر مفت اقلیم کی بادشاہی سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

دنیا کے حریص بادشاہوں اور امیروں سے کہو کہ اپنی طبع کاریوں کو چھوڑ دیں اور پچھلی رات بیدار ہو کر کالے سفید ڈوروں کی بہار دیکھیں کہ کیوں کر رات کی تاریکی میں نور کی سپیدی نمودار ہوتی ہے اور اس ظہور کے وقت دل کو اگر اس میں حس ہو، کیسی لذت آتی ہے۔اگر وہ اس لذت کا ایک بار بھی معائنہ کریں تو دنیا کے یہ تمام جھگڑے فساد مٹ جائیں۔مگر وہ سیاہ سفید ڈورے والے جناب تو خیر وشر کے قبضہ دار ہیں۔وہ کب گوارا کریں گے کہ آنکھ ان کی شان کو دیکھ کر لطف اٹھائے۔

(ماخوذ از: سی پارہ دل)

☆☆☆☆☆☆



حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتن مدظلہ العالی نے عیسائی اکابرین کے ساتھ حجرہ قدیم میں دعوت افطاری کا اہتمام کیا۔

© https://khwajagharibnizamionline.com

روزوں کی فلاسفی

از: مولانا نورالدین صاحب

خداوندتعالی روزوں کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔مسلمانوں جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تا کہ تم بہت سے گناہوں سے بچو۔گنتی کے چند روزے ہیں اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کردے) اور جن کو کھانا دینے کا مقدور ہو ان پر (ایک روزے کا) بدل ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے، ہاں جو شخص اپنی خوشی سے زیادہ نیک کام کرنا چاہے تو ہے اس کے حق میں اور بہتر ہے، اور سمجھو تو روزہ رکھنا ہر حال تمہارے واسطے ہر طرح اچھا ہی ہے، (روزوں کا) مہینہ رمضان قرار پایا جس کے (روزوں کی) نسبت خدا کی طرف سے قرآن (میں حکم) نازل ہوا ہے (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود ہیں) تو مسلمانو! تم میں سے جو اس ماہ میں زندہ حیات ہو تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرے) اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے۔تمہارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا (اور یہ حکم اس نے اس غرض سے دیئے ہیں) کہ تم روزوں کی گنتی پوری کر لو، اور اللہ نے تم کو جو راہ راست دکھائی ہے اس نعمت پر اس کی بڑائی کرو۔ اور اس کا احسان مانو، اور رہم (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں (تو ان کو سمجھا دو کہ) ہم ان کے پاس ہیں، جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتے ہیں اور مناسب ہوتا ہے تو) قبول بھی کر لیتے ہیں۔لہذا ان کو چاہئے کہ ہمارا حکم مانیں اور ہم پر ایمان لائیں، تا کہ وہ سیدھے رستے پر پڑلیں، مسلمانو! روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے قریب جانا تمہارے لئے جائز کر دیا گیا ہے وہ تمہاری دامن ہیں اور تم ان کی چولی۔اللہ نے دیکھا کہ تم (چھپ چھپ کر ان کے پاس جاتے تھے اور اپنی طبیعت پر جبر نہ کر سکتے تھے جس سے) تمہارا دینی نقصان ہوتا تھا۔ اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اور تمہاری خطا سے درگزرا، پس اب (ایام صیام میں رات کے وقت) ان سے ہم بستر ہو اور ہمبستری کا جو مطلب خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے (یعنی اولاد) اس کے حصول کی خواہش کرو، اور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ (رات کی) کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری صاف دکھائی دینے لگے، پھر رات تک روزہ ختم کرو اور ہاں تم مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو رات کو بھی ان سے مباشرت نہ کرو، یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں۔(ان کا خیال رکھنا) اور عورتوں کے پاس نہ پھٹکنا، علی ہذا

© https://www.khuddamulislamfiji.com

اللہ اپنے احکام لوگوں کے آگے بہ وضاحت بیان کرتا ہے تا کہ وہ (خلاف کام کرنے سے) بچیں۔ اور آپس میں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو، اور نہ مال کو حکام تک (رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ بناؤ۔ جس سے لوگوں کے مال میں سے تھوڑا سا (جو کچھ ہاتھ لگ سکے) دیدہ ودانستہ ہضم ہو جائے" (1) دنیا میں جتنے مذہب ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی، چینی، سکھ، بدھ سب میں روزہ تزکیہ نفس کا ذریعہ سمجھا گیا ہے، اور یہ وہ صداقت ہے جس سے مر رہے۔ اور یہ وہ صداقت ہے جس سے دہریے اور لامذہب بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس بنا پر روزہ عبادات میں داخل ہے۔ روزہ رکھنے سے روزے دار کو بھوکا رہنے کی قدر معلوم ہوتی ہے، اور اس کے مزاج میں عجز وفروتنی کی صفت پیدا ہو جاتی ہے، اشتہاء وہاضمہ حالت اعتدال میں رہتے ہیں جس سے انسان کے قوی اپنا اپنا کام بخوبی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ انتھنز (دارالخلافہ یونان) میں وبا آئی جس میں سینکڑوں آدمی ہلاک و برباد ہو گئے، کس گھر میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا رہا ہوگا جو بیماری میں مبتلا نہ ہوا ہو، لیکن حکیم سقراط کا اس وبا کے عرصہ میں کبھی سر بھی نہ دُکھا، جب اس سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا میں کبھی کبھی روزہ رکھا کرتا ہوں، اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے رونے سے موثر تر کوئی نسخہ نہیں۔ کیونکہ اس سے قومی شہوانی وغضبی اعتدال پر آجاتے ہیں، روزہ رکھنے سے ایک فائدہ پر بھی ہوتا ہے کہ روزہ داران بے کسوں کی حالت زار کا اندازہ بآسانی کرسکتا ہے، جو بھوک اور پیاس میں مبتلا ہوتے ہیں، جب ایک شخص دوسرے کی مصیبت کا اندازہ کر سکے گیا تو اس سے ان کی امداد واعانت کی تحریک پیدا ہوگی۔ اسلام اپنے پیروؤں پر روزہ رکھنا فرض کر کے ان کو صابر وضابطہ اور چست وچالاک قوم بنانا چاہتا ہے نہ کہ شکم پرست اور حریص وطامع کہ تھوڑی دیر بھی بھوک و پیاس کی برداشت کرنے پر قادر نہ ہوں۔ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ جو حکم دیتا ہے اس کو دلائل وبراہین سے ثابت کرتا ہے، اور اس کی غرض وغایت بھی بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے نماز کے فوائد یہ بیان کئے ہیں، ان الصلوۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر (پارہ ۱۲)

" کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے" ان کی غایت آیۂ زیر بحث میں یہ لکھتے ہیں کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ:- تا کہ تم گناہوں سے بچو اور متقی و پرہیز گار بن جاؤ" اب سوال یہ ہے کہ بعض مسلمان جو پابند صوم وصلوۃ ہیں وہ بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے کیوں نہیں رکتے، اور گناہوں سے بچ کر متقی و پرہیز گار کیوں نہیں بن جاتے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم ناظرین کو حضور شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں انھوں نے فرمایا ہے، لایبقی من القرآن الا رسمہٗ وَلَا یبقی من الاسلام الا اسمہ قرآن مجید کا عرف رسم ورواج ہی باقی رہ جائے گا، اور اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہے گا، اب یہ سوال حل

ہوگیا کہ جولوگ پابندصوم وصلوۃ ہوکر بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے نہیں رکتے اور گناہوں سے بچ کر متقی و پرہیز گارنہیں بن جائے اورقرآن مجید کا صرف نام ہی جانتے ہیں اورنماز روزہ رسمی اورروا جی طور پر بجالاتے ہیں ان کوصرف چھلکے سے کام ہے، مغز تک نہیں پہنچتے ، کتنے نمازی ہیں جونماز کے معانی ومطالب سے واقف ہیں۔اور کتنے روزہ دار ہیں جو روزوں میں رات کے وقت اکل وشرب اورلذائذ دنیوی میں یہاں تک مبالغہ نہیں کرتے کہ باقی گیارہ مہینوں کی کسر بھی نکل جائے؟ بعض لوگ ایسے بھی ہیں، اوراکثرمسجد کے ملّاوں کا یہی حال ہے کہ انھوں نے نماز روزے کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ کیونکہ جب وہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرلیتے ہیں تو نمازاورروزے کا نام بھی نہیں لیتے،ان حالات سے نمازروزے کے جوفائدے ہیں وہ کیونکر حاصل ہوں؟۔پس یہ قصوران نمازیوں اور روزہ داروں کا ہے جنہوں نے صداقت کو صداقت کے واسطے نہیں اختیار کیا روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے۔ایک تو بقائے شخصی کے لئے غذا کی، اوردوسرے بقائے نوعی کے لئے بیوی کی۔اپ دیکھوانسان گھر میں تنہا بیٹھا ہے، بڑی شدت سے پیاس محسوس ہورہی ہے، دودھ موجود ہے، برف مہیا ہے،شربت حاضر ہے،کوئی روکنے والانہیں،مگر پھر بھی سچاروزہ دار(نہ کہ رسم ورواج کےطور پر یاذریعہ معاش سمجھ کرروزہ رکھنے والا)ان چیزوں کے چکھنے کا مطلق ارادہ نہیں کرتا۔اسی طرح بیوی پاس ہے کوئی چیز مانع بھی نہیں،اگروہ اس سے محترز ہے، کیوں؟محض اس لئے کہ وہ روزہ دار ہے، اورمولی کا حکم ہے کہ ان دونوں چیزوں سے بچا رہے، یہ مشاقی ہمیں سکھاتی ہے کہ باوجود ضرورت کےاورسامانوں کےجمع ہونے کےہم ان چیزوں سے رُکے رہیں جن سے رُکے رہنے کا اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے۔ اسلام میں ہرسال ایک ماہ تو بالالتزام یہ مشق کرائی جاتی ہے۔ اورایک طرح سے چار ماہ کے لئے یہ مشق ہوتی ہے کیونکہ عادت نبوی تھی کہ ہر دوشنبہ اور جمعرات کو روزہ رکھے تھے، پھر ایام بیض، (۱۲،۱۳،۱۴ تاریخ) میں بھی روزہ رکھتے تھے گویا ہر مہینہ میں بالاوسط دس دن،اس حساب سے روزہ کے لئے سال میں چار ماہ ہوتے ہیں۔خیال کروکہ جولوگ چار ماہ یہ مشق کرتے ہیں وہ رشوت کیوں لیں گے؟ اگل بالباطل کیوں کریں گے، کوئی ضرورت انسان کوان ضرورتوں سے بڑھ پیش نہیں آسکتی جو بقائے شخصی اور بقائے نوعی کے لئے ضروری ہے، جب وہ ان ضرورتوں میں باوجودسامانوں کےمہیا ہونے اورکسی روک ٹوک کے نہ ہونے کےصرف اللہ کی فرمانبرداری کے لئے مُحترز رہا ہے،تو پھرایک صریح حرام امرکا مرتکب کیوں ہونے لگا؟

(۲) مولوی نذیراحمد صاحب لکھتے ہیں کہ " ہرایک مسلمان کو فرض روزہ لکھنا چاہئے، مگر بیمار اور مسافر کو رخصت ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے۔ بعد کو قضا رکھ لے، اور یہ دونوں مقدور والے ہوں تو قضا بھی نہ رکھیں ، بلکہ روزے پیچھے ایک

محتاج کا پیٹ بھر دیں۔ روزہ قضا بھی رکھیں اور محتاج کا پیٹ بھی پھیر دیں تو نور علی نور، روزے کے بدلے روزہ ہوا، اور فضیلت رمضان جو فوت ہوگئی تھی اس کی تلافی کے لئے محتاج کا پیٹ بھر دیا اگر بیماری اور سفر کی حالت میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر ان کے لئے بھی روزہ قضا کا رکھنا اولی ہے تا کہ لوگ روزے سے بچنے کے لئے بہانے نہ ڈھونڈیں" ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ "جو صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنی جنہیں روزے رکھنے میسر آجائیں وہ ایک مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار نماز عید سے پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے۔ دوسری طرز پسندیدہ جو آثار سلف کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلا دی، جو لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں، یہ بھی ٹھیک ہے، نفلی روزوں میں ایسا کرلیں کہ ہر دوشنبہ، جمعرات اور ایام بیض میں روزہ نہیں رکھ سکتے، تو اس روز مسیکن کو کھانا کھلا دیں، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم نے ایسا کیا۔ کیونکہ آپ تو ماہ صیام میں موسم بہار کی ہوا سے بھی بڑھ کر جود وسخا میں ہو جاتے تھے،

فمن تطوع خیرا:۔ جو شخص کوئی نیکی خوش دلی سے کرے وہ بہت اچھی ہے، اور روزہ رکھنا تو از حد مفید ہے، اس سے دعا کی مقبولیت ہوتی ہے صبر واستقلال اور نواہی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے، تزکیہ نفس ہوتا ہے، اپنی اصلاح ہوتی ہے، یاد رہے کہ کمزور لوگوں کے لئے ایسے مجاہدے منع ہیں، جن میں روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ ایسے مجاہدات کی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور آخر کار خشکی دماغ سے نیم سودائی ہو جاتے ہیں، اور کسی کام کے نہیں رہتے۔

(۳) قرآن شریف کی طرز ہے کہ پہلے ماہ فضائل سکھاتا ہے، پھر خاص فضیلت کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح پہلے عام زوائل سے ہٹاتا ہے، پھر ارذل الزوائی شرک ہے۔ پہلے عام بات کا حکم دیتا ہے، پھر خاص کا مثلا پہلے عمرہ وغیرہ کا حکم ہے، پھر حج کا، پہلے صدقات کی ترغیب ہے پھر زکوۃ کی، اسی طرح پہلے یہاں نفلی و فرضی روزوں کا ذکر ہے، پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیا گیا ہے، پہلے ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی ہے، کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا، چونکہ قرآن کا اطلاق جزو سورہ پر بھی ہوسکتا ہے، اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل ہوا، بلکہ ایک جزو سورہ کا نزول بھی کافی ہے، محققین کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے وہ مضان کے دن تھے، اور وہیں پہلی سورہ کا جزو نازل ہوا، تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل ہیں، اس بنا پر دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ رمضان جس بارہ میں قرآن شریف نازل ہوا، تفسیر کبیر میں ان کا ماخذ موجود ہے، یہ سچ ہے گر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ شروع نزول کی کیفیت

ممتاز ہوتی ہے، الفرقان کے معنی قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتے ہیں کہ فرقان نام ہے اس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جائے، وہ بدر کا دن تھا۔ غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا تھا پس رمضان المبارک کیا بلحاظ فتوفات دنیاوی کے اور کیا باختیا را ابتدائے نزول قرآنی کے یا تاکید قرآنی کے ہر طرح قابل حرمت ہے، اس مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ عبادات کی قمری تاریخوں سے متعلق ہونے میں کیا حکمت ہے؟ تمام اسلامی عبادتیں چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہوتی ہیں۔ اور دنیا داروں کی تاریخیں سورج کے ماتحت ہیں۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ چاند کے حساب پر عبادت کرنے کی وجہ سے سورج کی کوئی تاریخ خالی نہیں رہتی، جس میں امت محمدی کے افراد نے روزہ نہ رکھا ہو، یا زکوٰۃ نہ دی ہو، یا حج نہ کیا ہو، کیونکہ گیارہ روز کا ہر سال میں فرق پڑتا ہے اور 36 برس کے بعد پھر وہی دن آجاتا ہے۔

(۴) اگر سوال کیا جائے کہ روزوں سے کیا فائدہ ہے تو ایک تو خداوند تعالی نے حکم دیا ہے لعلکم تتقون اس کی بحث اوپر ہو چکی ہے، دوسرے یہ کہ انسان کو خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بہت قریب ہو جاتا ہوں اور دعائیں قبول کرتا ہوں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جو مانگو وہی ملے کیونکہ دوسرے مقام پہ یہ بھی ارشاد ہوا، "بل ایّاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (پارہ ہفتم سورۃ الانعام رکوع ۴) بلکہ اسی ایک خدا کو پکارو گے تو جس آفت کے دور کرنے کے واسطے اسے پکارو گے اگر اس کی مرضی میں آئے گا تو اس کو دور کر دے گا، یعنی اگر چاہے گا تو اس مصیبت کو ہٹا دیگا، یہاں بھی آل لگا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس ارشاد ربّی ہوتا ہے کہ جس قدر تم میرے فرمانبردار ہوتے جاؤ گے اور ایمان میں ترقی کرتے جاؤ گے، اسی قدر دعائیں قبول کرونگا۔

(۵) عورتوں کو لباس فرما کر ان کے بہت سے حقوق کی طرف اشارہ کر دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے، اس فلاسفی کا سمجھنا مشکل ہے۔ کہ لحاف اگر ے میں ہو اور موسم سرما لاہور میں بسر کیا جائے، جاڑا لگے تو کہہ دیا جائے کہ میرا لحاف تو ہے لیکن آگرے میں رکھا ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب ایک غلط رسم میں مبتلا تھے، ان میں کوئی سو جاتا تو پھر رات بھر نہ کھانا کھاتا اور نہ بیوی کے پاس جاتا، فرمایا اللہ نے، تم پر فضل کیا، مغرب کے بعد سو جاؤ تو اٹھ کر کھانا کھالو، ایسا کرنے کی اجازت ہے، صیام صام کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی کسی شے سے باز رہنے اور اس کو چھوڑ دینے کے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں صبح کی پو پھٹنے سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مباشرت سے باز رہنے کو صوم کہتے ہیں۔ بشرطیکہ نیت اور نیت کے ساتھ اپنے روزہ دار ہونے کا علم بھی ہو، گویا ارباب ظاہر کے نزدیک روزہ فاقہ کا نام ہے لیکن حضرات صوفیہ کے نزدیک جو اس کی حقیقت ہے، اسے مولانا رومؒ مثنوی شریف

میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

ہست ظاہر روزہ امساک طعام
روزہ معنی توجہ دان تمام
ایں وہاں بندد کہ چیزے کم خورد
جاں بہ بند و چشم غیرے ننگرد
ہست گریہ روزہ دارانہ لصام
خفتہ کردہ خویش بہر صید عام
کردہ زیں بد ظنّ کج صد قوم را
کردہ بد نام اہل جود و صوم را

ظاہری روزہ یہ ہے کہ کھانا نہ کھایا جائے، لیکن معنوی روزہ اللہ کی توجہ کا نام ہے، ظاہری روزہ دار منہ بند کر لیتا ہے کہ کوئی چیز نہ کھائے لیکن معنوی روز دار آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی طرف نظر نہ ڈالے، بلّی بھی روزہ رکھتی ہے جو شکار کرنے کے لئے چپ چاپ لیٹ جاتی ہے، اس لغو خیال سے سینکڑوں قوموں کو آدمی خراب کر دیتا ہے، اور اہل جود وصوم کو بدنام کر دیتا ہے، غور کرو روزوں کے فوری فوائد جو اسی دنیا میں روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں وہ کس قدر ہیں:-

۱۔ روزی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔
۲-مزاج میں عجز وانکسار پیدا ہوتا ہے۔
۳-صحت جسمانی کے لئے مفید ہے۔
۴- رطوبات رویہ مولد امراض زائل ہوتی ہیں۔
۵-اشتہاء، ہاضمہ اعتدال پر آجاتا ہے۔
۶-قوی اپنا اپنا کام بخوبی کرنے لگتے ہیں۔
۷-بھوکوں اور پیاسوں کی مصیبتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔
۸-بیکسوں کی مدد اور ہمدردی کی تحریک ہوتی ہے۔
۹- بھوک پیاس کی برداشت کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔
۱۰-صابر وضابط بننے سے ہمت بڑھتی ہے۔
۱۱- گناہوں سے اجتناب کرنے کے باعث تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔
۱۲۔اخلاقی حالت کی اصلاح ہوتی ہے۔
۱۳-خدا کا قرب ملتا ہے۔
۱۴-قوائے شہوانی وغضبی اعتدال پر آجاتے ہیں۔
۱۵- ایمان واطاعت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے، جس سے روزہ دار مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

یہ تو دنیوی اجر ہے۔(پارہ 13 سورہ یوسف رکوع ۷)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے اجر آخرت ان کے لئے (اس سے کہیں بڑھ کر ہی روزہ کے اجر کے متعلق دو معنیین ارشاد وارد ہوا ہے۔ الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا۔ یا میں خود ہی اس کے عوض مل جاؤں گا، اب جس کی جیسی ہمت جیسا ظرف ہو، اگر وصل حور کی تمنا اور شراب طہور کی ہوس میں روزہ رکھا ہے

© https://www.khwajaahsanullahmiyan.com

تو خدا ان کو وہی بدلہ دے گا۔ بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتا ہے۔ (پارہ ۲۶، سورہ ق رکوع ۳) ترجمہ: ان کے لئے ہے وہاں جو وہ چاہیں اور ہمارے پاس کچھ اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر ارباب نظر جو حظ نفس کو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں آفت سمجھتے ہیں ان کی آرزو وہی اور ہے:-

سودائے زاہداں ہمہ شوق بہشت وحور
غوغائے عارفاں ہمہ ذوق لقائے تست

حضرت رابعہ بصریؒ سے حضرت سفیان ثوریؒ نے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے خدا کی عبادت نہ دوزخ کے خوف سے کی ہے اور نہ بہشت کی ہوس میں، تاکہ میرا حال اس برے مزدور کا سا نہ ہو جو مار کے خوف اور لالچ کی ہوس میں کام کرتا ہے۔ بلکہ میں نے اس کی عبادت صرف اسی کی محبت اور شوق کے سبب سے کی ہے۔

ان حضرات کا محشر کے لق ودق میدان میں یہ عالم ہوگا ، (پارہ ۲۹، سورۃ القیامۃ رکوع ۱) ترجمہ: کتنے منہ اس دن تازے ہیں اپنے رب کی طرف دیکھتے۔

شب قدر: اِنا انزلنہ فی لیلۃ القدر۔ ہم نے قرآن شریف کو شب قدر میں اُتارا ہے۔

رمضان المبارک کی جملہ مقدس راتوں میں ایک بہت ہی بابرکت رات ہے، جس کو شب قدر اور لیلۃ القدر کہتے ہیں، اس رات کو عبادت کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ "لَیلَۃُ القَدرِ خَیرٌ مِنَ الفِ شھرٍ" اسی کی بابت فرمایا گیا ہے۔ "من حرم خیرا فقد حرم" جو شخص شب قدر کی بھلائی سے مرحوم رہا تو وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ (حدیث شریف)

یہ رات رمضان المبارک کی اکیسویں (21) تیویسویں (23)، پچیسویں (25) ستائیسویں (27) یا انتیسویں (29)، تاریخ کی راتوں میں ہوا کرتی ہے۔ تحروالیلۃ القدر فی الرتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (بخاری شریف)

اس رات کی علامت یہ کہی جاتی ہے کہ اس کی صبح کو سورج کی روشنی مدھم ہوتی ہے، اس رات میں حضرت جبریلؑ آسمان سے اترتے ہیں، ان کے ساتھ مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے، وہ عبادت گزار مسلمانوں کے حق میں دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے حق میں ان کی دنا مقبول فرماتا ہے، اور اس رات کی عبادت کی برکت کی وجہ سے مسلمانوں کے تمام اگلے گناہ بخش دیتا ہے۔

(مشکوۃ شریف)

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، مئی 1955ء)

☆☆☆☆☆

تصوف اور روزہ

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

صوم، برت، اپواس، فاسٹنگ، تھوڑے سے فرق کے ساتھ روزے ہی کی مختلف شکلیں اور الگ الگ نام ہیں۔لیکن ان سب کا خلاصہ مطلب اور مقصد ایک ہی ہے کہ کسی خاص مدت اور پیریڈ کے دوران، کھانے پینے، میاں بیوی کے تعلق یا صرف بولنے سے پرہیز کیا جائے۔ آخر الذکر مون برت یا چپ کا روزہ کہا جاتا ہے۔روزے کی ان شکلوں اور ناموں کو آج کل سب ہی جانتے ہیں۔لیکن اس کا ایک نام اور بھی تھا۔ جو آج سے ہزار آٹھ سو برس پہلے رائج تھا اور ہندوستان کے صوفیوں کو یہی لفظ اور نام سب سے زیادہ بھایا تھا میری مراد لفظ "لنکھن" سے ہے۔اس کا لسانی تعلق شاید پرانی پنجابی زبان سے ہے۔ "لانگھنا" اور "پھلانگھنا" آج بھی جمپ کر جانے اور کسی چیز کو بیچ میں چھوڑ کر اوپر سے یعنی بالا ہی بالا گزر جانے کو کہتے ہیں۔روزے کے معنی میں اس کو اس لیے استعمال کیا گیا کہ روزے میں بھی کھانے پینے، جنسی تعلق اور بول چال کو لانگھ جاتے ہیں۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ کے ملفوظات میں فارسی زبان کا ایک شعر نقل ہوا ہے جس میں یہ لفظ ایسی خوبی سے استعمال کیا گیا ہے کہ صرف روزے کا مفہوم ہی نہیں بلکہ اس کے بارے میں صوفیوں کا تصور بھی پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔شعر ہے۔

لنکھنت گر تُرا کند فربہ
سیر خوردن تُرا ز لنکھن بہ

کھانے پینے کو لانگھ جانا، چھوڑ دینا یا کم کر دینا اگر تجھے موٹا کر دے تو اس سے بہتر بات یہ رہے گی کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھالے۔یعنی اپنے بدن کو، اپنے نفس کو موٹا نہ ہونے دینا۔ اپنے حیوانی اور شہوانی جذبات پر قابو روزے کا اصل مقصد ہے۔جب یہی حاصل نہ ہوا تو محض کھانا پینا چھوڑنے سے کیا فائدہ؟

روزے کے عام فائدے کم یا زیادہ سب ہی کو معلوم ہیں لیکن ایک صوفی کی نظر اس کے لطیف پہلوؤں اور باریک نکات کی طرف بھی جاتی ہے۔مثلاً یہی کہ مسلمانوں کے ہاں جہاں رمضان کے پورے مہینے روزے رکھنے کا حکم ہے۔ وہاں اسی شدت کے ساتھ دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں روزہ نہ رکھنے کا حکم بھی آیا ہے۔یعنی خود ترک و تیاگ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی خاص وقت ترک کر دینے اور چھوڑ دینے کی ضرورت ہے۔جس طرح روزے کا فائدہ ہے اسی طرح روزے کو چھوڑنے اور ترک کر دینے کا فائدہ بھی ہے۔پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ "اپنے دنیا کے حصے کو نہ بھولو۔" یعنی جائز حد تک دنیا داری میں لگنا، کھانا پینا، بولنا چالنا، جنسی تعلق رکھنا جائز ہی نہیں

© https://www.khwajahasannizami.live

ضروری اور مفید ہے۔صوفی اصطلاح میں اسے ترکِ ترک کہا جاتا ہے۔

صوفیہ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ بھی پورے سال کے دنوں میں نفل روزوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایسے روزے دار صوفی صائم الدھر یعنی بارہ ماسی روزے دار کہلاتے ہیں۔لیکن یہاں بھی ایک نئے نکتے کی طرف صوفیوں کا خیال کیا گیا ہے۔عیدوں کے دن روزے رکھنا تو خیر منع ہے ہی۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے بارہ ماسی روزے داروں کے لیے داؤدی نفل روزے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب طریقے میں نفل روزہ اس طرح رکھا جاتا ہے کہ ایک روز روزہ رکھا اگلے دن ناغہ کر دیا اس سے اگلے دن پھر رکھ لیا۔یعنی ایک دن بیچ کر کے اور ایک دن کے وقفے سے روزے رکھے جائیں۔اس طرح روزے کی عادت کی پڑ کر نہیں رہ جاتی ہے۔ روزے کا احساس اور شعور باقی رہتا ہے۔اور کسی قدر تکلیف اور زحمت بھی ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی اس مشہور حدیث کے خاص نکتے کی طرف بھی ہم کو توجہ دلائی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ روزے دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک افطار یعنی روزہ کھولنے کی فرحت دوسری پروردگار کے دیدار کی فرحت۔ کیونکہ روزے کے انعام میں دیدار الٰہی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حضرت کا ارشاد ہے کہ افطار کی فرحت صرف بھوک پیاس میں کھانے پینے کی فرحت نہیں ہوتی ایک مشن کے کامیابی کے ساتھ پورا ہونے کی فرحت اور ایک فرض کی ادائیگی کی فرحت بھی ہوتی ہے۔حضرت خواجہؒ نے داؤدی روزے کو بھی شاید اسی لیے ترجیح دی کہ تکلیف اور زحمت اور کوشش اور دھیان ہو تو یہ بھی دیدار اور درشن سے کچھ کم بات نہیں ہے۔ آج کل مکتوب نگاری اور دو تعلق والوں میں خط و کتابت کو آدھی ملاقات کہا جاتا ہے۔خط و کتابت کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو اس میں سارا سارا دن نہیں لگا کرتا۔روزہ تو دن بھر کا ہوتا ہے۔اور بارہ ماسی روزے دار ہو تو برس بھر کا ہوتا ہے۔اور یاد اور دھیان ہی کو روزے کی روح اور جان سمجھا جائے تو روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا دونوں ہی یاد اور دھیان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ایک مشہور شاعر نے کہا ہے کہ

تمہاری یاد سے روشن ضمیر ہوتے ہیں

اس مصرعے نے شاید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مقصد کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔

یعنی یاد ایک ایسی چیز ہے جو ضمیر کے آئینے کو صاف اور اُجلا کر دیتی ہے۔آئینے پر جما ہوا میل کچیل خاک مٹی، یاد کے ذریعے صاف ہو جاتے ہیں اور پھر جو صورت ہم اس آئینے میں دیکھنا چاہتے ہیں صاف صاف دکھائی دینے لگتی

ہے۔اگر چہ عام آدمی کی آنکھ بچاری اس قابل نہیں کہ دیدار الٰہی کی تاب لا سکے۔لیکن دیدار کا دھیان ہی جم جائے تو یہ کیا کم بات ہے۔جس نے یہ دھیان جمالیا اس کی دنیا بھی سدھر گئی اور آخرت بھی سنور گئی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے حوالے سے فرماتے تھے کہ صبر آدھا ایمان ہے اور روزہ آدھا صبر! پھر خود آدھے صبر کی تشریح اس طرح کرتے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو خواہشیں پیدا کرتی ہیں خواہشات کا غلام بناتی ہیں۔حق سے توڑتی ہیں اور کچھ چیزیں خواہشات کو قابو میں رکھتی ہیں۔حق کو غالب کرتی ہیں۔خواہشات کی بنیاد دراصل دو چیزیں بنتی ہیں،غصہ اور شہوت۔کام اور کرودھ۔روزہ شہوت یعنی کام کو کنٹرول میں لے آتا ہے۔اس لیے اسے آدھا صبر کہنا چاہیے!

ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے کسی مرید سے خواب میں فرمایا کہ دل کا روزہ رکھو۔پیر ومرشد دنیا سے پردہ کر چکے تھے۔مرید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دل کا روزہ کسے کہتے ہیں۔اور اس خواب کی تعبیر کس سے پوچھوں آخر پیر ومرشد کے جانشین حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے جا کر معلوم کیا کہ میرے خواب کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔انہوں نے کہا تمہیں پیر ومرشد نے مراقبے کا حکم دیا ہے۔مراقبہ دھیان جما کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

صوم،لنگھن ، برت، روزہ، فاسٹنگ یعنی کسی دھرم سے بھی تعلق رکھنے والا روزہ ہو اس میں اندر اور باہر دھیان ہی کی فرماں روائی نظر آئے گی۔روزہ شروع بھی نیت اور دھیان سے ہوتا ہے جاری بھی دھیان کے ساتھ رہتا ہے۔پورا اور ختم بھی دھیان کے ساتھ ہوتا ہے۔لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ صوفیوں کا روزہ تو افطار کے ساتھ پورا اور ختم ہو جاتا ہے۔لیکن ان کا دھیان کبھی نہیں ٹوٹتا۔ایک شاعر نے کسی اور بیک گراونڈ میں اپنی بات کہی ہے لیکن جوڑ اس کا صوفیوں کے اس روزے سے بھی ملتا ہے۔

مطربان رفتند وصوفی در سماع
عشق را آغاز ہست انجام نیست

قوال چلے گئے لیکن صوفی قوالی اس کے بعد بھی سنے چلا جا رہا ہے۔شاید اس لیے کہ اس کے نزدیک محبت کی شروعات تو ہے۔لیکن خاتمہ اور انجام نہیں ہے!

(ماخوذ :تصوف-رسم اور حقیقت از:حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ)

☆☆☆☆☆

روزہ اور روزہ داروں کی غذائی ضرورتیں

ایک یونانی طبیب کا مشورہ

از: حکیم مولانا عبدالواحد صاحب

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اگر چہ عام طور پر بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ سمجھا جاتا ہے۔لیکن در حقیقت روزہ ایک خاص وقت تک کھانے پینے پر پابندیاں لگانے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ یہ بہت سی اخلاقی پابندیوں سے مشروط ہے۔روزہ اس وقت تک صحیح اور مکمل روزہ نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ حواس خمسہ (آنکھ، ناک، کان وغیرہ) کا بھی روزہ نہ رکھا جائے۔مثلاً جس طرح کھانے پینے کی چیزوں کے مزے سے محروم رکھا جاتا ہے۔اسی طرح جھوٹ بولنا اور ناشائستہ الفاظ نکالنا روزے کے منافی ہے۔آنکھوں سے کسی کو بُرے خیال سے دیکھنا روزے میں خلل ڈالتا ہے۔کانوں سے بُری باتیں سننا اور ہاتھوں سے بُرا کام کرنا اور پاؤں سے بُرے کام کی تکمیل میں مدد لینا روزے کے خلاف ہے۔ان تمام اعتبارات سے روزہ انسان کے خیالات میں پاکیزگی پیدا کرتا اور اس کے اخلاق و عادات کو سنوارتا ہے۔اسے عادت کا غلام ہونے سے بچاتا۔صبر وسکون دیتا اور خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔عام طور پر ہر شخص دن میں تین مرتبہ کھاتا پیتا ہے۔یہ عادت اتنی پختہ ہوتی ہے کہ اگر ایک وقت کسی وجہ سے کھانا نہ ملے، یا کم از کم کھانا ملنے میں ایک دو گھنٹے ہی کی تاخیر ہو جائے تو وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص روزے رکھنے کا عادی ہوتا ہے۔ وہ اتفاقی حالات میں بھوک پیاس کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرسکتا ہے۔

روزے سے تزکیہ نفس اور پاکیزگی اخلاق کے علاوہ انسان کی صحت پر بھی نہایت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔انسان تمام دن کام کاج میں مصروف رہنے کی وجہ سے تھک جاتا ہے اور اس تھکن کو دور کرنے کے لیے رات کو سونے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔اس طرح تمام انسانی اعضاء متواتر کام میں مصروف رہنے کے باعث تھک جاتے ہیں اور ان کے لیے کچھ دیر آرام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔یہی حال ہمارے اعضائے ہضم (معدہ اور آنتوں وغیرہ) کا بھی ہے۔صبح ہی ناشتہ کیا جاتا ہے۔اس کو ہضم کرنے کے بعد دو پہر کے کھانے کو ہضم کرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ابھی اس سے فراغت حاصل ہوتی ہے کہ رات کا کھانا کھالیا جاتا ہے اس طرح چوبیس گھنٹے میں معدے کو برابر اپنے کام میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔اس کے علاوہ ایسی غذائیں بھی کھائی جاتی ہیں جن کا ہضم کرنا معدہ کے لیے دشوار

© https://www.khwajaasanizami.info

ہو جاتا ہے۔ اور آنتیں ان کے فضلات کو پورے طور پر خارج نہیں کر سکتیں۔ ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدے کا فعل کمزور ہو جاتا ہے۔ آنتیں سست پڑ جاتی ہیں، ان میں فضلات بند رہنے لگتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں معدہ اور آنتیں وغیرہ اعضائے ہضم، مسلسل کام کرنے کی وجہ سے تھک جاتے ہیں اور وہ آرام کے محتاج ہوتے ہیں۔

اب اگر روزہ مقررہ احکام کے مطابق رکھا جائے تو اس سے معدہ اور آنتوں کو آرام ملتا ہے۔ ان کی تھکن اور سستی دور ہو کر قوت رفتہ لوٹ آتی ہے اور جسمانی قوتیں از سر نو تازگی محسوس کرنے لگتی ہیں۔ مقررہ احکام یہ ہیں کہ سحری میں سادہ اور زود ہضم غذا کھائی جائے اور صرف اتنی کھائی جائے کہ معدہ اس کو تھوڑی مدت میں اور اچھی طرح ہضم کر سکے، پھر افطاری میں بھی سادگی سے کام لیا جائے اور کھانا سادہ زود ہضم کھایا جائے۔ لیکن اس کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ سحری کے وقت پراٹھا، پھینیاں، کیلے، کھجلے اور دوسری دیر ہضم غذائیں کھائی جاتی ہیں جن سے خراب ڈکاریں نہ آئیں تو کم از کم تمام دن طبیعت پر بوجھ ضرور رہتا ہے۔ شگفتگی نہیں آتی، یہاں تک کہ افطاری کا وقت آپہنچتا ہے۔ انکار میں غیر معمولی تکلفات سے کام لیا جاتا ہے۔ چنے کی دال۔ چنے کی پھلکیاں اور مٹھائیاں تو ایک عام بات ہے۔ پھر ان کے بعد شربت پیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھا لیا جاتا ہے۔ ان حالات میں روزے کے طبی فائدے جن کے متعلق اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے فوت ہو کر رہ جاتے ہیں اور روزے سے فائدے کے بجائے نقصان پہنچتا ہے۔ روزہ کے دنوں میں سادہ اور متوازن غذائیں کھانے کی ضرورت ہے۔ جن کو معدہ جلد ہضم کر سکے اور ان سے مطلوبہ فائدہ بھی جسم کو پہنچ سکیں۔

ہمارے جسم کو ایسی غذاؤں کی ضرورت ہے جو اس کے گوشت پوست اور رگ پٹھوں کی تعمیر میں کام آئیں۔ یہ ضرورت عموماً گوشت، انڈے، دودھ، دہی، پنیر اور مچھلی وغیرہ حیوانی غذاؤں اور گیہوں، چنا، مٹر، دالی ماش، دالی مونگ وغیرہ نباتی غذاؤں سے پوری ہو جاتی ہے۔ تعمیر بدن کے لیے صرف اس قسم کی چیزیں کافی نہیں ہوتیں بلکہ اس میں قوت اور حرارت پیدا کرنے کے لیے شکر اور روغنی چیزوں (گھی، تیل، چربی) کی بھی ضرورت ہے۔ بدن انسان کی ترکیب میں مختلف قسم کے نمکیات مثلاً چونا، فولاد اور فاسفورس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور یہ بدنی حرکتوں کے باعث برابر تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی کمی کو پورا کرنے کے لیے انسان ساگ، پات اور پھل کھانے کا محتاج ہے۔ کیونکہ ان میں یہ نمکیات کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ بالا غذائی اجزاء کا تغذیہ اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک ان کے ساتھ پانی نہ پیا جائے اور ان میں وہ غذائی جوہر موجود نہ ہوں جن کو حیاتین (وٹامنز) کہتے ہیں۔

یہ حیاتین کئی قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک اپنے الگ الگ فوائد رکھتا ہے۔ مثلاً حیاتین "الف" (وٹامن اے) انسان کی نشو ونما میں کام آتے ہیں۔ بچے تو ان کے بغیر نشو ونما نہیں پا سکتے۔ ان میں مرض کساح (رکیٹس) پیدا ہو جاتا ہے۔

© https://www.khwajaasurvivalinfo

بڑوں میں آنکھوں کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ یہ حیاتین دودھ، مکھن، بالائی، پنیر، انڈے کی زردی، سبز ترکاریوں، مچھلی اور مچھلی کے تیل (کاڈلیورآئل) میں پائے جاتے ہیں۔

حیاتین "ب" (وٹامن بی) بھی حیات انسانی کے لیے ضروری ہیں۔ ان کی غیر موجودگی سے ایک خاص قسم کا مہلک مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے ''بیری بیری" کہتے ہیں اور ان کے نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی پرورش میں فوراخلل پڑ جاتا ہے۔ یہ حیاتین انڈوں، سبز ترکاریوں، آلوؤں، گوشت، دودھ، مچھلی، انڈے کی زردی، مکھن اور پنیر میں پائے جاتے ہیں۔

حیاتین ج (وٹامن سی) کی غیر موجودگی سے مرض سکروی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تازہ سبزیوں۔ ترکاریوں اور پھلوں خصوصا لیموں، نارنگی اور آملہ میں پایا جاتا ہے۔ حیاتین "د" (وٹامن ڈی) حیاتین ''الف'' کے مانند ہے۔ یہ دودھ، مکھن، گھی، مچھلی کے تیل وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور ان کے نہ ملنے سے بدنی نشوونما میں خلل پڑتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے حیاتین دریافت کیے گئے ہیں جو بدن انسان کے لیے ضروری ہیں اور ان کے نہ ہونے سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو غذائیں ہم کھاتے ہیں اگر ان میں مذکورہ غذائی اجزا مناسب مقدار میں موجود ہوں اور وہ مناسب طریقے سے پکا کر مناسب مقدار میں ضرورت کے مطابق کھلائی جائیں تو وہ ہی متوازن غذا ہوتی ہیں اور انہی سے ہمارے بدن کی تعمیر ہوتی اور اس میں قوت وحرارت پیدا ہوتی ہے۔ اگر سبز ترکاریوں کو ابال کر پانی پھینک دیا جائے تو اس کے کارآمد نمکیات چونہ، فولاد، فاسفورس اور ان میں موجود حیاتین ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ ایک ناقص غذا ہو جاتی ہے کیونکہ چونا اور فاسفورس ہڈیوں کو بناتے ہیں اور ان کو طاقت دینے کے کام آتا ہے۔ فولاد خون کی پیدائش کو بڑھاتا ہے اور نمکیات ہیں جو بدن انسان میں مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ شدید ضرورت ہے کہ روزے کے دنوں میں سادہ اور متوازن غذائیں کھائی جائیں اور مناسب مقدار میں کھائی جائیں۔ روغنی چیزیں قلیل مقدار میں استعمال کی جائیں لیکن اگر ان سب احتیاطوں کے باوجود کوئی تکلیف ستائے تو اس کا ازالہ مناسب دوا سے کیا جائے۔ مثلاً اگر عام جسمانی کمزوری لاحق ہو، طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہو جائے تو غذائی اصلاح کے علاوہ الائچی۔ دھنیا۔ گلاب حیاتین ب حیاتین ج یا ان کے مرکبات استعمال کیے جائیں۔ پیاس کی شدت اور جسمانی خشکی کو دور کرنے کے لیے الائچی، گلاب۔ تلسی صندل سفید اور حیاتین "الف""ب وغیرہ کا استعمال مفید ہے۔ اگر کسی روز بد ہضمی ہو جائے تو کھانے میں احتیاط سے کام لیا جائے اور بطور دوا الائچی، تیزپات، ناگرموتھا، دارچینی وغیرہ کا کوئی مناسب مرکب کھایا جائے۔ متلی اور قے کی صورت میں الائچی۔ گلاب کپور کچری اور تلسی جیسی دواؤں کا کوئی مفید مرکب استعمال کرنا مناسب ہے۔

☆☆☆☆☆

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی، جلد83۔شمارہ08)

https://www.khwajasamiullah.com

روزہ ایک ڈاکٹر کی نظر میں

رمضان میں آپ کو کیسی غذاؤں کی ضرورت ہے؟

از: ڈاکٹر محمد عبدالعزیز صاحب ڈی۔فل (برلن)

روزے کا فائدہ:

تمام مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں روزہ رکھنا عبادت میں داخل ہے۔ مسلمانوں پر ماہ رمضان کے روزے خاص خاص شرائط کے ساتھ فرض کیے گئے ہیں۔ روزے کے فائدے روحانی اور جسمانی دونوں طرح کے ہیں۔ شکم سیر ہونے کی حالت میں عبادت گراں گزرتی ہے۔ سستی اور غنودگی کا غلبہ ہوتا ہے۔ عبادت میں دل نہیں لگتا۔ بھوک میں جو حالت غریبوں کی ہوتی ہے اس کا اندازہ خود بھوکے رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ لگاتار شکم پروری سے معدہ اور آنتوں میں جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں روزہ ان کا صحیح علاج ہے۔ روزہ رکھنے سے جسم کا زائد وزن جس کا بار دل کو اٹھانا پڑتا ہے دور ہو جاتا ہے اور اگر بعض لوگوں میں روزہ رکھنے سے بدن کا وزن گھٹ جاتا ہے تو اس کی تلافی روزوں کے بعد بہت جلد ہو جاتی ہے مگر یہ سب فائدے اس صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب روزہ روزہ کی طرح رکھا جائے۔ روزہ کے دنوں کو تیوہار منانے اور دعوتیں کھانے کھلانے کے دن نہ سمجھا جائے۔ روزے کو پُر تکلف غذاؤں سے افطار نہ کیا جائے۔ عام طور پر افطاری کے لیے طرح طرح کے پکوان اور مسالے دار چٹ پٹی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ ایسی ہی صورت سحری کے کھانوں میں بھی ثقیل، دیر ہضم چیزیں استعمال کی جاتی ہیں جو معدہ پر بوجھ ہوتی ہیں اور غذائی ضروریات کو بھی پورا نہیں کرتیں۔ معدہ کو قوت پہنچانے کے بجائے کمزور کرتی ہیں۔ بدہضمی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور روزہ رکھنے سے جو شگفتگی اور اصلاح حاصل ہونی چاہیے وہ نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے روزہ کے دنوں میں غذا ہلکی اور زود ہضم ہونی چاہیے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں وہ غذائی اجزاء بھی بھرپور طور سے موجود ہوں، جو جسم انسانی کی ضرورت کے لحاظ سے لازمی ہیں۔ انسانی بدن کو جن غذائی اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم نشاستہ کی سی چیزوں کی ہے جس میں آٹا، میدہ، شکر اور کھانڈ شامل ہیں۔ دوسری قسم گوشت کی سی چیزوں کی ہے جس میں انڈا، مچھلی، دودھ شامل ہیں۔ ان میں سب سے کم ضرورت چکنائی کی ہے۔ خاص کر جانوروں سے حاصل ہونے والی چکنائی جیسے گھی، چربی مکھن۔ ان کے کثرت استعمال سے دل کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بڑھاپے کی آمد کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ پہلے دونوں قسم کی چیز میں چکنائی میں تلنے سے دیر ہضم ہو جاتی ہیں۔ یہ تینوں قسم کی چیزیں زیادہ مقدار میں ضروری ہوتی ہیں۔ ان کی مقدار محنت اور تن وتوش کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے۔ ان کے ہضم سے جو گرمی بدن میں پیدا ہوتی ہے وہ محنت

© https://www.khwajaasanmission.org

کرنے ، بدن کی حرارت قائم رکھنے اور اندرونی اور بیرونی اعضاء کے کام کرنے میں صرف ہوتی ہے۔جتنی گرمی بدن میں پیدا ہوتی ہے، وہ محنت کرنے ، بدن کی حرارت قائم رکھنے اور اندرونی اور بیرونی اعضاء کے کام کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ جتنی گرمی ان سب کاموں کے لیے چاہیے اتنی گرمی پیدا کرنے کے لیے اگر غذا کھلائی جائے تو وہ بآسانی ہضم ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں بدن چست صحت بحال اور روزن قائم رہتا ہے۔اگر غذا اس سے کم ہو یا زیادہ ہوگی تو دونوں صورتوں میں تندرستی میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ان کے علاوہ دوسری چیزیں ایسی ہیں جن کی بہت تھوڑی مقدار کافی ہوتی ہے مگر ان کا غذا میں موجود ہونا لازمی ہے۔اگر یہ نہ ہوں تو غذا کے ہضم ہونے میں فتور پیدا ہوتا اور کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ان میں سے ایک جس کا نام وٹامن اے یا حیاتین ''الف'' ہے مکھن اور مچھلی کے تیل میں ہوتی ہے اور کچی گاجر کھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے۔اگر یہ وٹامنز جسم کو نہ پہنچیں تو آنکھوں کی کئی بیماریاں، (مثلا رتوندہ وغیرہ) پیدا ہو جاتی ہیں۔ وٹامنز کے علاوہ چند قسم کے نمک بھی قلیل مقدار میں غذا میں شامل ہونا ضروری ہیں۔ان میں زیادہ اہم لوہے اور فاسفورس کے نمک ہیں۔ یہ نمک بھی سبزیوں، ترکاریوں اور پھلوں میں کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ البتہ جن چیزوں کو ابال کر ان کا پانی پھینک دیا جاتا ہے ان کے نمکین اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں۔ لوہے کے نمک خون کی پیدائش کو بڑھانے، اور فاسفورس کے نمک، ہڈیوں کے بنانے میں کام آتے ہیں۔ ہڈیوں کے بنانے کے لیے فاسفورس کے علاوہ چونے (کیلشیم) کے نمک اور وٹامن ڈی بھی ضروری ہوتے ہیں۔ ہاضمہ کے لیے وٹامن بی کے اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔غذا کے زود ہضم اور توانائی بخش ہونے میں اس کے پکانے اور کھانے کی ترکیب کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔اگر غذا کو تیز آنچ پر پکایا جائے۔اچھی طرح گلنے. نہ دیا جائے۔ یا وٹامنز اور نمکیات دھو کر یا ابال کر پھینک دیے جائیں تو غذا کا فائدہ کم ہو جاتا ہے۔جلا ہوا یا کچا پکا کھانا کھانے۔ بدہضمی اور پیٹ میں درد کی شکایت پیدا ہو سکتی ہے۔ رنج ،غصہ فکر کی حالت میں یا جلدی میں کھانا کھانے سے اعصابی امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔مختصر یہ کہ اس مبارک مہینے کی برکتیں پوری طرح پر حاصل کرنے کے لیے جیسی غذا کی کمی کی ضرورت ہے، ویسی ہی غذا میں احتیاط کی بھی ضرورت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی ایسی مستند چیز استعمال کی جائے جو مذکورہ بالا غذائی ضرورتوں کو بڑی حد تک پورا کر سکے۔

☆☆☆☆☆

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی، جلد83۔شمارہ08)

https://www.khwajaasanullah.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی رسول ﷺ

قسط3

از : حضرت خواجہ حسن نظامیؒ

راستی وصداقت اور عدل و انصاف میں بھی آپ یکتا تھے۔ آپ کی راست بازی وسچائی اور امانت کا مخالفین کو بھی اعتراف تھا۔آپ نبوت سے پہلے بھی امین کہلاتے تھے اور اُسوقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے معاملات اور جھگڑے فیصل کراتے تھے اور اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔آپ کی راست گوئی سے ابوجہل جیسے سخت دشمن کو بھی انکار نہ تھا۔غزوہ بدر میں اخنس بن سریق نے ابوجہل سے پوچھا کہ اے ابی الحکم! یہاں ہم تم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں سچ بتلاؤ کہ محمد ﷺ سچ بولتے ہیں یا جھوٹ بولتے ہیں ابوجہل نے کہا اے ابنِ شریق محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (مشکوۃ الانوار)

آنحضرت کی نبوت سے پہلے ایک مرتبہ اہل مکہ نے کعبہ کی عمارت کو جو سیلاب کیوجہ سے خراب ہوگئی تھی ازسرنو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا جب تعمیر ختم ہوچکی اور حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو قبائل میں نزاع واقع ہوئی کیونکہ ہر ایک سردار اس شرف کا خواہاں تھا کہ میں اس پتھر کو اس کی جگہ پر نصب کروں۔آخر کار تمام قبائل نے متفقہ طور پر یہ کہا اس معاملہ میں محمد امین کو حکم بناؤ کہ وہ صادق ہیں اور سچا فیصلہ کریں گے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کو حکم بنایا گیا آپ نے اس پتھر کو اُٹھا کر ایک چادر میں رکھ دیا اور روساء قبائل سے کہا کہ وہ اس چادر کے کنارے پکڑ کر اُٹھائیں۔جس وقت وہ اپنی جگہ پر پہونچ گیا تو آپ نے اُس کو نصب فرمادیا اس فیصلہ سے سب لوگ خوش ہوئے اور کسی قسم کی رنجش ظہور پیش نہ آئی (تاریخ عرب)

شرم وحیا آپ میں بہت زیادہ تھی آپ ہمیشہ آنکھیں نیچی رکھتے تھے اور اکثر اوقات خاموش رہتے تھے کبھی کوئی فحش بات آپ کی زبان سے نہیں نکلی آپ جو جب ہنسی آتی تھی تو مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔**الحیاء شعبته من الایمان**۔''حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

لطافت و پاکیزگی کا آپ کو ہمیشہ خیال رہتا تھا لباس اگرچہ بہت معمولی پہنتے تھے لیکن نہایت پاک وصاف رکھتے تھے آپ عطریات کو اور خوشبوؤں کو بہت پسند فرماتے تھے۔

عقل و ذہانت میں آپ بے مثل تھے آپ کی دانشمندانہ تدابیر اور ذہانت وذکاوت کا مخالفین کو بھی اعتراف ہے آپنے وحشی اور جاہل اقوام کی ظاہری وباطنی اصلاح فرما کر ان کو مہذب ومتمدن بنادیا اور اعلیٰ مدارج پر پہونچا دیا۔آپ کی تعلیم و ہدایت سے گمراہ قومیں راہِ راست پر آگئیں۔طرز کلام آپ کا سب سے بہتر تھا جو فقرہ اور جملہ آپ کی زبان سے نکلتا تھا نہایت جامع، پرمغز اور مؤثر ہوتا تھا آپ گفتگو نہایت متانت کے ساتھ کرتے تھے اور تھوڑی عبارت میں بہت سے معنی بیان فرماتے تھے آپ کی تقریر میں ایک خاص اثر ہوتا تھا۔

غزوۂ حنین کے موقعہ پر مال غنیمت سے زیادہ تر حصہ آپ نے قریش کو جو نئے مسلمان ہوئے تھے تالیف قلوب کے لئے عطا فرمایا تھا۔اس پر مدینہ کے بعض انصار کو ملال ہوا انہوں نے آپس

© https://www.khwajahasannizami.info

میں کہا کہ ''رسول اللہ نے اپنی قوم کو تمام مال تقسیم کر دیا اور ہم کو محروم رکھا حالانکہ خود قریش ہماری تلواروں سے مغلوب ہوئے۔''

آنحضرت نے جب اس کا چرچا سُنا تو انصار کو جمع کر کے پوچھا کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ انصار نے جواب دیا کہ ہمارے بعض نوجوانوں نے بیشک اس قسم کی باتیں کہی تھیں لیکن سربرآوردہ لوگوں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اور نہ انکا ایسا خیال ہے۔

آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''کیا یہ سچ نہیں کہ تم لوگ گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے میری بدولت تم کو ہدایت عطا فرمائی۔ تم لوگ باہم دشمن تھے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا ہوا تم نادار تھے میرے دم سے اللہ نے تم کو غنی کیا۔''

انصار نے ہر بات پر کہتے جاتے تھے کہ بیشک اللہ کا اور اس کے رسول کا احسان بہت بڑا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا۔

''نہیں تم مجھ کو جو دے سکتے ہو کہ ساری دُنیا نے تجھ کو جھٹلایا اور ہم نے تیری تصدیق کی۔ سب نے تجھ کو چھوڑ دیا اور ہم نے پناہ دی۔ تو محتاج تھا ہم نے تیری مدد کی اور میں تمہاری اِن سب باتوں کی تصدیق کرونگا۔''

اے جماعت انصار! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ اونٹ اور بکری لے کر جائیں اور تم محمد کو لیکر اپنے گھر جاؤ۔''

آپ کی تقریر کا انصار پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ رونے لگے اور آنسوؤں سے اُن کی داڑھیاں تر ہوگئیں پھر آپ نے ان کو سمجھایا کہ یہ لوگ ابھی تازہ مسلمان ہیں تالیف قلوب کے خیال سے ان کو زیادہ مال دیا گیا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھو کہ اِن کا حق زیادہ ہے۔ (سیرۃ محمد ﷺ)

وفاء عہد کا آپ ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے جو عہد کا پابند نہیں وہ بے دین ہے ابتدا سے آپ کا شیوہ وفاء عہد تھا جو وعدہ کر لیتے تھے اُس کو پورا کرتے تھے اور کبھی بھولتے نہیں آپ نے جب کسی دوست یا دشمن سے عہد کر لیا تو اس کو ضرور پورا کیا۔

ایک مرتبہ شہر مکہ میں رجع بن حکم نے آپ کو راستہ میں روک کر کہا کہ آپ یہاں ذرا ٹھیرے رہئے مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے وعدہ فرمالیا۔ رجع بن حکم چلا گیا اور اُسے یہ یاد نہ رہا کہ رسول اللہ کو اپنا منتظر بنا کر چھوڑ آیا ہوں۔ آپ اُسی مقام پر موجود رہے جہاں ملنے کا وعدہ کر لیا تھا اور ان گزرا اور رات آگئی لیکن وہاں سے نہ ٹلے۔ رات بھی ختم ہوگئی دوسرے دن صبح کے وقت اتفاق سے رجع بن حکم اُسی راہ سے گذرا۔ اور آپ کو موجود پا کر اسے یاد آ گیا کہ میں اِن کو ٹھیرا گیا تھا۔ چنانچہ وہ آپ سے معذرت کرنے لگا۔ آپنے فرمایا کہ ''کوئی مضایقہ نہیں بھول چوک انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔'' یہ کہہ کر وہاں سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت ابورافع بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مجھ کو قاصد بنا کر (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور مجھ کو تاکید کی کہ جلد جواب لاؤ لیکن جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے دل میں اسلام آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اب میں آپ کے پاس سے قریش کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابورافع ہم بدعہدی کو پسند نہیں کرتے یہ نہیں ہوسکتا کہ قاصد کو روک لیں۔ اب تم جاؤ اگر تمہارے دل میں اسلام قائم رہے تو پھر وہاں سے چلے آنا۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں قریش کے پاس گیا اور بعد اسکے وہاں سے واپس آ کر اسلام کو ظاہر کیا۔

صلح حدیبیہ میں جو آنحضرت ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان

معاہدہ ہوا تھا اور اقرار نامہ لکھا گیا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آجائے اس کو بوقت طلب اہل مکہ کے حوالہ کر دیا جائیگا لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آئے تو قریش اُس کو واپس نہ کریں گے۔''

اس عہد نامہ سے بھی آنحضرت ﷺ کی امن پسندی اور انتہائی برداشت ظاہر ہوتی ہے مکہ میں ابو بصیر ایک مسلمان تھے جو آنحضرت ﷺ کے عاشق وصادق تھے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مکہ سے نکل کر مدینہ پہونچ جاؤں چنانچہ ایک روز موقعہ پا کر مدینہ چلے گئے اہل مکہ نے اقرار نامہ کی شرط کے مطابق اپنے دو آدمی مدینہ بھیجے اور مطالبہ کیا کہ ابو بصیر کو ہمیں واپس کر دیا جائے ابو بصیر نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب مجھ کو مکہ نہ بھیجئے مگر آپ نے فرمایا کہ ہم وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی صورت کشائش کر دیگا غرض وہ دونوں قاصد انکو لے کر چلے گئے۔

آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

لاایمان لمن لا عهدله (ترجمہ) ''جو عہد کا پکا نہیں اُس کا ایمان بھی پکا نہیں۔'' (سیرۃ محمد ﷺ)

جاری

فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الہیؒ

از: حضرت خواجہ حسن علا سجزیؒ

ترجمہ وتلخیص: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

تباہی اور بربادی کی وجہ: اس بات کا ذکر نکلا کہ آج (محرم کے) مہینے کی اٹھائیسویں تاریخ ہے یا انتیسویں۔ اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ لاہور میں رمضان کی ستائیسویں یا اٹھائیسویں ہی کو چاند دیکھا گیا۔ ہوا یہ کہ اس سال تین مہینے تک جب بھی انتیسویں تاریخ آئی ابر اور غبار کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دیا اور شہر والے ہر مہینہ تیس دن کا شمار کرتے رہے۔ جب تین مہینے گزر گئے تو یہ قصہ ہوا کہ چاند دیکھا گیا اور پتہ چلا کہ اب تک غلطی پر تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ لاہور کی بربادی ایک تو اس نحوست سے ہوئی۔ دوسری نحوست یہ کہ اس زمانے میں لاہور کے کچھ سوداگر گجرات کی طرف گئے۔ اس زمانے میں گجرات ہندوؤں کے پاس تھا غرضیکہ جب ہندو آئے اور ان لوگوں کے لائے ہوئے سامان کی خریداری کرنے لگے تو لاہور والوں نے سب سامان کی قیمت زیادہ بتائی۔ مثلاً جس چیز کے دس درم تھے اس کے بیس بتائے اور جس کے دام بیس درم تھے اس کے چالیس بتائے۔ اسی طرح ہر چیز کے دام دوگنے کر دیتے۔ اس کے بعد بیچتے وقت اصل قیمت پر بیچا۔ بلکہ جو دام کہہ رہے تھے اس سے آدھے داموں فروخت کیا۔ اس علاقے کے ہندوؤں میں اس طرح کا دستور نہیں تھا۔ وہ تو جو سامان فروخت کرتے اس کی قیمت ٹھیک ٹھیک بتاتے اور ایک ہی بات کہتے۔ الغرض جب انھوں نے یہ معاملہ دیکھا تو ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ لوگ کس شہر کے ہیں؟ بولے ہم لاہور کے ہیں۔ اس ہندو نے پوچھا کہ کیا آپ کے شہر میں سودا اسی طرح کیا جاتا ہے؟ جواب دیا ہاں! اس کے بعد وہ ہندو کہنے لگا کہ کیا وہ شہر آباد ہے؟ بولے ہاں! ہندو نے کہا تعجب ہے کہ جس شہر میں معاملہ اس طرح ہو وہ آباد کیسے ہے؟ الغرض جب اہل تجارت واپس چلے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ مغل آئے اور لاہور کو برباد کر دیا۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 66 شمارہ 8)

© https://www.khwajahasannizami.life

زبدۃ الانام حضرت خواجہ حسن بصریؒ

قسط 2

بصرے میں سکونت: خواجہ حسن بصریؒ نے مدینہ منورہ کی رہائش ترک کر کے بصرے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔(نوٹ: بصرہ دریائے دجلہ کے کنارے مشہور شہر ہے۔امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی تجویز سے اور ان ہی کے عہد میں آباد ہوا تھا۔ تاریخ اسلام میں اس شہر کی بڑی اہمیت حاصل ہے۔علم نحو کے بانی مصیبو یہ نے یہیں تعلیم حاصل کی تھی۔علم عروض (فنِ شاعری) کا موجد اور عربی لغات کی سب سے پہلی کتاب (کتاب القین) کا مولف خلیل بن احمد بھی بصرے ہی کا تھا اِس سرزمین کو علم وفضل سے خاص تعلق ہے)۔بعض راویوں کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد ترک وطن کر کے بصرے میں سکونت اختیار کی تھی (تذکار جنود الابرار ص ۲۵)۔تاہم ۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ میں امیر المؤمنین حضرت عثمانی غنیؓ کی شہادت ہوئی (نوٹ: حضرت عثمانی غنیؓ بن عفان بنی امیہ میں سے تھے اور ابتدائی مسلمانوں میں سے پانچویں مسلمان تھے۔آپ کا شمار عشرۃ المبشرہ میں ہے۔نہایت سخی اور فیاض تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن پاک کو مرتب فرمایا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی آپ سے کی۔آپ نہایت شرمیلے اور حیادار تھے۔۲۳ھ میں امیر المؤمنین مقرر ہوئے اور ۸/ذی الحجہ ۳۵ھ، ۶۵۵ء کو شہید ہوئے، مزار پر انوار مدینہ منورہ میں ہے)۔اور ۳۶ھ میں انتقال کی شورش کو دبانے کے لئے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ بصرے تشریف لے گئے تو خواجہ حسن بصریؒ وہاں موجود تھے۔ظنِ غالب ہے کہ شہادت کے واقعہ سے پہلے ہی وہاں منتقل ہو گئے تھے۔

علم هویا متعلم: امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ (۳۶ھ میں) بصرے تشریف لئے گئے۔اونٹ آپ کے ساتھ تھا اور اونٹ کی مہار آپ کے کمر میں بندھی ہوئی تھی۔آپ بصرے کی مسجدوں میں گئے ۱۰ عمرل کے وعظ سُنے اور انھیں وعظ کہنے سے منع کیا۔اور ممبروں کو توڑ دینے کا حکم دیا۔خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں بھی تشریف لے گئے۔ان کی تقریر سُنی۔اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم عالم ہو یا متعلم؟ خواجہ حسن بصریؒ نے جواب دیا:

''میں نہ عالم ہوں اور نہ متعلم بلکہ جو باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے پہنچی ہیں، اُنھیں دُھراتا ہوں۔''

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا: یہ جوان شائستہ سیخن ہے۔(نوٹ: تذکرۃ الاولیا عطارص ۳۳، افضل الفوائد جلد ا ص ۱۱۳ تذکار جنود الابرار ص ۲۵، اس وقعہ سے یہ واضح ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ شہادتِ عثمان غنیؓ سے پہلے بصرے جا چکے تھے۔اور جنہوں نے آپ کا سن ولادت ۲۱ھ عہدِ فاروقی قرار دیا ہے۔ان کے اعتبار سے اس زمانے میں خواجہ حسن بصریؒ کی عمر ۵ سال کی ہونی چاہئے۔لیکن یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس سے زیادہ تھی۔اور آپ جوان تھے اور وعظ وتذکیہ کی خدمت انجام دیتے تھے۔جو پندرہ سال کے لڑکے کا کام نہیں ہے) اور آپ کو وعظ فرمانے سے منع نہیں کیا۔ اور جب خواجہ حسن بصریؒ نے آپ کو پہچانا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کیا مجھے وضو کرنا سکھا دیجئے۔چناں نچہ طشت اور آفتاب منگایا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے آپ کو

https://www.khwajahasanmanzil.life

وضو کرنا بتایا۔ جہاں طشت رکھا گیا تھا۔ وہ مقام بصرے میں آج تک باب الطشت کے نام سے مشہور ہے۔

صحابۂ کرامؓ سے حصولِ فیض

فیض: (نوٹ: صحابہ وہ مسلمان جنہوں نے حالت بلوغ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا ملاقات کی یا فیض صحبت حاصل کیا) خواجہ حسن بصریؒ کا شمار تابعین کرام میں ہے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں تابعین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک سے یا زیادہ سے ملاقات کی ہو۔ چنانچہ خواجہ حسن بصریؒ نے صحابہؓ کی کثیر جماعت یعنی ایک سو تیس (۱۳۰) جلیل القدر صحابہؓ سے ملاقات کی۔ اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ ان ایک سو تیس (۱۳۰) میں ستر (۷۰) صحابی وہ تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ (نوٹ: غزوہ بدر۔۔ مکہ معظّمہ سے شام کو جانے والے راستے پر بدر نام کی ایک بستی ہے یہ مقام مدینہ منورہ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے رمضان ۲ھ میں یہاں سرکش مکہ سے فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں ابوجہل اور عتبہ کے علاوہ بکثرت نامور مشرکین مارے گئے اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا) جنھیں اصحابِ بدر کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام میں سے جن بزرگوں سے خواجہ حسن بصریؒ نے فیض حاصل کیا ان میں سے بعض بزرگ قابلِ ذکر ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

ام المؤمنین حضرت امِ سلمیٰؓ، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت طلحہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت ابوموسیٰؓ، حضرت جندبؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ، حضرت ابوبکر ثقفیؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، الغرض خواجہ حسن بصریؒ تابعین میں نہایت بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔

سیر و سفر: خواجہ حسن بصریؒ عہدِ جوانی میں موتیوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ کاروبار بھی اونچے پیمانے پر تھا۔ اس سلسلے میں سیر و سفر کا اتفاق ہوتا تھا۔ اسی تعلق سے آپ روم بھی گئے اور سلطنتِ روم کے وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ (نوٹ: زمانہ قدیم میں شہر قسطنطنیہ کو روم کہتے تھے۔ موجودہ زمانے میں روم اٹلی کا پایہ تخت ہے۔ مشاہیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے) جس دن آپ نے ملاقات کی اس دن شہزادہ روم کی برسی کی تقریب تھی۔ وزیر اعظم نے آپ سے اس تقریب کا ذکر کیا۔ اور شرکت کے لئے بھی مدعو کیا۔ آپ نے وزیر اعظم کی خواہش کو قبول کیا۔ اور وزیر اعظم کے ہمراہ شہزادۂ روم کی برسی کی تقریب میں شرکت کی۔

شہزادئہ روم کی برسی: خواجہ حسن بصریؒ نے وزیر اعظم روم کے ہمراہ شہزادۂ روم کی برسی کی تقریب میں شرکت کی۔ وزیر اعظم کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ایک جنگل میں پہنچے۔ جہاں ایک قبر پر دیبائے رومی کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ اس کی طنابیں ریشم کی تھیں اور میخیں سونے کی تھیں۔ اور شاہانہ کرّ و فر سے آراستہ تھا۔ آپ نے دیکھا کہ پہلے لگاتار فوجیوں کے دستے آئے۔ جو ہر قسم کے فوجی سامان ساتھ لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے خیمے کا طواف کیا۔ سلامی دی۔ اور یہ کہا: ''اے شہزادے اگر فوجی طاقت سے موت کو روکا جاسکتا تو ہم جان تک قربان کرنے میں دریغ نہ کرتے لیکن حکم ربّی کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی۔ ہم بھی معذور ہیں۔'' یہ کہا اور چلے گئے۔

فوجیوں کے بعد فلسطینیوں اور عالموں کا گروہ آیا۔ ان

نے بھی خیمے کے گرد طواف کیا۔ سلامی دی اور یہ کہا: ''اے شہزادے اگر عقل مندی اور دانائی سے موت کا چارۂ کار ہوسکتا تو ہم اسے جو کچھ ہوسکتا۔ ہم وہ کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرتے لیکن حکم ربّی کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا۔ ہم معذور و مجبور ہیں۔ یہ کہا اور انہوں نے اپنا رستہ لیا۔ اس کے بعد ضعیفوں اور بزرگوں کی جماعت آئی اور اس نے بھی خیمے کا طواف کیا اور یہ کہا: ''اے شہزادے اگر دعا سے اور گریہ وزاری سے تقدیر کا لکھا بدل سکتا۔ تو ہم اپنی سعی کرنے میں ہرگز کمی نہ کرتے۔ لیکن کیا کیا جائے حکمِ ربّی کے آگے سب ہی لاچار اور مجبور ہیں۔ ہم بھی بے بس ہیں، کیا کریں۔

انہوں نے آنسوؤں کے موتی نچھاور کئے اور رخصت ہو گئے۔ ان کے بعد حسینۂ روزگار کنیزوں کی ایک ٹولی آئے، جو خوشنما لباس سے اور قیمتی زیورات سے آراستہ و پیراستہ اور سروں پر زرو جواہر کے طبق رکھے ہوئے تھیں انہوں نے بھی خیمے کا طواف کیا اور دل ربایانہ ادا کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے یہ کہا: ''اے شہزادے اے ہمارے آقا اگر حسن و جمال کے سحر سے اور رعنائی و دلربائی کے منتر سے موت کو رام کیا جاسکتا تو ہم اس امر میں دریغ نہ کرتے۔ ہر طرح کی قربانی دیتے۔ مگر لاچاں میں مشیتِ ربّی کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی نہ جسن کا منتر چلتا ہے اور نہ زرو جواہر سے اس کو ٹالا جاسکتا ہے۔ ہم معذور اور بے بس ہیں۔ حیران ہیں کیا کریں اور کیا نہیں۔'' یہ کہا اور وہ بھی رخصت ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ اور وزیر خیمے میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے بہت غمناک لہجے میں کہا: ''جانِ پدر! باپ کے قبضۂ قدرت میں کیا ہے۔ بہادر لشکر فلسفی بزرگ ہستیاں، حسینۂ روزگار کنیزیں، زرو جواہر اور مال و دولت یہ سب کچھ تجھ پر قربان ہے۔ اگر ان سے کچھ بن پڑتا۔ تو میں ہر طرح موت کے حملے کا مقابلہ کرا۔ اور اس کو پس پا کر دیتا۔ لیکن حکم ربّی کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ اس کے مقابلے میں سب کچھ ہیچ ہے۔ سلام ہو تجھ پر آئندہ سال تک اور تو بہشت میں خوش و خرم رہے۔ اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔

یہ کہا۔ اور رخصتی کی رسم ادا کی۔ اور با چشم پُر آب رخصت ہوکر چلا آیا۔ رفتہ رفتہ سب رخصت ہوگئے۔ اور جنگل سنسان ہوا کا میدان ہوکر رہ گیا۔

اس منظر کو دیکھنے سے خواجہ حسن بصریؒ کی طبیعت بیحد متاثر ہوئی۔ دنیا کی بے ثباتی دل میں گھر کر گئی۔ دنیا ہیچ معلوم ہونے لگی۔ اور کاروبار سے جی اچاٹ ہوگیا۔ مگر دل کی بات دل ہی میں رکھی۔ اس کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ وزیر اعظم سے اس تقریب کا تفصیلی احوال دریافت کیا۔ تو وزیر اعظم نے بتایا کہ بادشاہ روم کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کی پرورش میں بادشاہ نے خاص اہتمام کیا تھا۔ لائق لائق اساتذہ سے تعلیم دلائی، شہزادہ بھی خداداد صلاحیت رکھتا تھا بہت ہونہار نکلا، نہایت مہذب، عقل و دانائی میں بیمثل، اعلیٰ درجے کی تعلیم حاصل کی۔ نہایت شجاعت اور بہادر تھا مردانہ حسن و جمال میں یکتا تھا۔ انسانیت و شرافت کا مجسمہ تھا۔ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تو تھا ہی۔ مگر عوام بھی اس کو دل سے چاہتے تھے۔ بڑی اُمیدیں اس سے وابستہ تھیں۔ اچانک بیمار پڑا، علاج و معالجہ میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ مگر جاں بر نہ ہوا۔ اس کی وفات سے جس قدر صدمہ ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کی یاد میں ہر سال یہ تقریب منائی جاتی ہے۔ اور لاچاری کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ یہ بیان کر کے وزیر اعظم خاموش ہوگیا پھر دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہونے لگا۔ بعد ازاں آپ رخصت ہوکر چلے آئے۔ (تذکرۃ الاولیا عطار ص ۳۰)

© https://www.khwajaallaamiinzamin.life

ترک و تجرید: خواجہ حسن بصریؒ کی طبیعت اس واقعہ سے کچھ ایسی متاثر ہوئی کہ آپ نے پھیلے ہوئے کام کو جلدی جلدی سمیٹا اور وطن کی راہ لی۔ بصرے پہنچ کر کاروبار سے دست کشی اختیار کی۔ سب کچھ چھوڑ کر تارک الدنیا ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیا عطارص ۳۰) اور ہمہ تن خدا کی یاد میں مشغول ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیا عطارص ۳۰)

مجاھدات: خواجہ حسن بصریؒ نے مجاہدات کی راہ اختیار کی۔ مجاہدات کا یہ عالم تھا کہ سات سات دن کچھ کھاتے پیتے نہ تھے روزہ افطار کرنا ہوا۔ تو چلو بھر پانی سے افطار کر لیا۔ اگر کبھی کھایا تو وچار لقمے سے زیادہ نہیں۔ اس کے ساتھ سُنتِ نبوی کی پیروی، نماز کی پابندی ذکر و اذکار کا اہتمام، گوشہ نشینی اختیار کرنے اور قطع تعلق کے باوجود مخلوق کی ہمدردی کا جذبہ پوری طرح کارفرما تھا۔ خدمتِ خلق کا ہر کام خاطر خواہ انجام دیتے رہتے تھے۔ (نوٹ تذکرہ الاولیا عطارص ۳۱ سیر الاقطاب ص ۱۱ خزینۃ الاصفیا جلد ا ص ۲۲۳)۔

گریۂ وزاری: خواجہ حسن بصریؒ رقیق القلب نرم دل اور خائفین میں سے تھے۔ رات رات بھر اللہ کی یاد میں جاگتے۔ شب بیداری فرماتے اور خدا کے خوف سے زار و قطار روتے۔ ایک رات آپ مسجد کی چھت پر یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ خدا کا خوف اس قدر طاری ہوا کہ آپ زار و قطار رونے لگے۔ نہ معلوم کتنی دیر روئے اور کس قدر روئے۔ البتہ اتنا رویے کہ آنسوؤں کے قطرے چھت کے پرنالے سے ٹپکنے لگے۔ ایک راہ گیر کے کپڑوں پر گرے وہ زور سے بولا۔ اور کہا خدا کے بندو! یہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک گناہ گار بندے کے آنسو ہیں۔ تم اپنے کپڑوں کو دھولینا۔ (تذکرۃ الاولیا عطارص ۲۴، سیر الاقطاب ص ۱۱۲، خزینۃ الاصفیا جلد ا ص ۲۲۴)۔ اگر چہ یہ بات عام طور سے سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شخص اس قدر روئے کہ آنسوؤ کے قطرے پرنالے سے بہہ نکلیں۔ لیکن خدا کے نزدیک ناممکن نہیں۔ کارِ پارساں را قیاس از خود گیر۔

تبلیغ و اشاعت: دین کی تبلیغ و اشاعت انبیاء علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقدم ترین کام۔ اور ان کا حقیقی ورثہ ہے۔ مجاہدات سے اور ترک و تجرید سے نسبت باطنی کو تقویت ہوتی ہے۔ کلام میں اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ صاف تبلیغ و ہدایت کے کام کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہوتے ہیں۔ ترک و تجرید کا مدعا یہ ہرگز نہیں کہ گوشہ نیشن ہوکر امور خیر سے دست برداری اختیار کر لی جائے۔ (حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا۔۔۔ ترکِ دنیا یہ نہیں کہ ننگ دھڑنگ ہولنگوٹ باندھ بیٹھ جائے۔ بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ کپڑے پہنے، کھانا کھائے اور جو میسر آئے اس پر قناعت کرے۔ جمع کرنے کی فکر نہ کرے اور دل کو کسی چیز کی طرف مائل نہ ہونے دے۔ (فوائد الفود جلد ا ص ۹ کتاب محبوب الٰہیؒ ص ۱۲۶)۔ یہ ان وحوش کی صفت ہے جو کوہ و صحرا میں مسکن گزیں ہوتے ہیں۔

بہر حال خواجہ حسن بصریؒ عالمِ باعمل تھے، عارفِ کامل تھے۔ اور ہدایت و رشد کے حقیقی سرچشموں سے انہوں نے فیض پایا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت اُٹھائی تھی اور اپنے کو سیرتِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھالا تھا۔ اس لیے جو کچھ آپ سے ظہور میں آیا وہ سراسر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کا پرتو اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔

تبلیغ کا گر یہی ہے کہ مجاہدات سے اور اتباعِ سنت سے اپنی اصلاح کی جائے۔ یقین کو پختہ کیا جائے اور مخلوق کی ہدایت کی

خدمت بھی انجام دی جائے۔(نوٹ: سیر الاولیاء ص ۴۰۱)۔خواجہ حسن بصریؒ کا عمل اس اصول کے مطابق تھا وہ ہفتے میں ایک دن وعظ فرماتے۔(نوٹ) تذکرۃ الاولیا عطار ص ۳۱)۔اور جب وعظ سے فارغ ہوتے تو ساتھیوں سے فرماتے ''آؤ نور پھیلائیں''(تذکرۃ الاولیاء عطار ص ۴۰)اور انہیں ساتھ لے کر مخلوق کو ہدایت کی راہ دکھاتے۔لوگوں کو دین پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے،اور انہیں دینی کاموں میں لگاتے تھے۔

ایک دن بعض دوستوں نے آپ سے دریافت کیا کہ بعض اشخاص یہ کہتے ہیں کہ دعوت تبلیغ کی خدمت اس وقت انجام دینی چاہیے کہ جب اپنے کو پوری طرح برائیوں سے پاک کرلیا جائے۔اور سراپا ہدایت بنالیا جائے آپ نے فرمایا:

''شیطان کی یہ آرزو ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ اور تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ بند ہو جائے۔''(تذکرۃ الاولیاء عطار ص ۳۲)

بہر حال خواجہ حسن بصریؒ تبلیغ کے گر سے بھی واقف تھے۔ اور اس کی اہمیت سے بھی۔انہوں نے روحانی کمالات کے ساتھ اللہ کی رضا بھی حاصل کی اور اس فریضے کو بھی خاطر خواہ انجام دیا۔ ان کے وعظ و خطبات سے اور ان کے عملِ پیہم سے یہ وصف روشن ستارے کی طرح درخشاں ہے۔

تبلیغی یادگار کارنامہ:خواجہ حسن بصریؒ نے خدا ہی بہتر جانتا ہے کتنے تبلیغی کارنامے انجام دیئے ہوں گے۔ان ہی میں سے ایک یہ ہے جو یادگار زمانہ ہے کہ آپ کے ہمسایئے میں ایک آتش پرست رہتا تھا جس کا نام شمعون تھا۔وہ بیمار پڑا۔ آپ کو بھی خبر ہوئی۔آپ اس کی مزاج پرسی کو تشریف لے گئے۔ شمعون جس کمرے میں تھا۔وہ دھوئیں سے اٹا پڑا تھا۔آپ اس میں داخل ہوئے۔شمعون کے پاس بیٹھے۔مراج پرسی کی۔دلجوئی اور دلداری کی باتیں کی اور باتوں ہی باتوں میں یہ بھی کہا کہ اے شمعون یہ زندگی چند روزہ ہے۔تم ضعیف العمر ہو۔اور تم نے عمر بھی آگ کی پوجا کی ہے۔کیا تمہیں یہ توقع ہے کہ آگ تمہارا کچھ لحاظ کرے گی، اور تمھیں جلانے کی تکلیف سے امن و امان میں رکھ سکے گی۔اس نے کہا یہ تو آگ کی خاصیت ہے کہ وہ ہر چیز کو جلا دے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ نہ جلائے۔آپ نے کہا میں نے آگ کو کبھی نہیں پوجا بلکہ اُس کی عبادت کرتا ہوں۔جو وحدہٗ لاشریک ہے اور تمام عالم کا مالک ہے۔اور اس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔اگر وہ چاہے تو آگ گلزار بن جائے۔اس کی خاصیت بدل جائے۔اور ذرا بھی ضرر نہ پہنچائے۔یہ کہتے کہتے آپ نے اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیا۔ اور دیر تک رکھے رہے۔جلنا تو کیسا آگ نے اپنی تاثیر ذرا بھی نہ دکھائی شمعون اور اس کے ساتھ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔اور دینِ اسلام کی صداقت کا انہیں یقین ہوگیا۔

شمعون نے آپ سے کہا مجھے ستر(۷۰)برس آتش پرستی کرتے گزرے ہیں۔اب کوئی دم کا مہمان ہوں۔پچھلے گناہوں کی تلافی کیسے ہوسکتی ہے آپ نے فرمایا:''اسلام قبول کرلو۔اور جو کچھ اب تک کیا ہے اس سے توبہ کرلو۔ان شاء اللہ تلافی ہو جائے گی جو گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسا معصوم کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔''

شمعون نے کہا میں ایمان لے آتا ہوں اور اسلام کو قبول کرلیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ یہ لکھ کر دیں کہ خدائے پاک مجھے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا،اور دوزخ کی آگ مجھے نہ جلائے

گی۔آپ نے کاغذ اور قلم ودوات طلب کئے اور رقعہ لکھ دیا۔

شمعون نے بصرے کے معززیں کو بلایا۔اور اس رقعے پر ان سے گواہی کرائی۔کلمہ پڑھا،اور داخل اسلام ہوا،اور یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور مجھے دفن کیا جائے تو یہ رقعہ میرے ہاتھ میں دے دینا تا کہ یہ میرے لئے ذریعۂ نجات قرار پائے۔اور مجھے آتشِ دوزخ سے چھٹکارا نصیب ہو۔پھر اس نے کلمہ پڑھا اور جان جہاں آفریں کو دے دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط۔

خواجہ حسن بصریؒ اس کی تجہیز وتکفین میں شریک رہے۔انبوہ کثیر نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔اور جب اس کو قبر میں اُتار دیا تو وصیت کے مطابق وہ رقعہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔اور دفن کر دیا۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تابعین کا مرتبۂ اجتہاد مُسلَّم اور فقہا سے ان کا مقام بلند ہے۔بعض فقہا کے نزدیک کوئی امر مکروہ سہی لیکن قبولِ اسلام کو اس پر ترجیح ہے۔اور اس باب میں فقہی کراہت کو نظر انداز کر دینا ہوتا ہے۔

بہر حال خواجہ حسن بصریؒ اس واقعہ سے متاثر اور فکر مند تھے۔اور اس فکر میں رات بھر غلطاں پیچاں رہے۔آخر شب غنودگی سی آئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شمعون حُلّۂ بہشتی پہنے بہشت کے باغ میں جہل قدمی کر رہا ہے اور شمع کی طرح روشن تاج زیب سر ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اے شمعون کیا حال ہے۔اس نے کہا الحمد اللہ خدائے پاک نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بخش دیا۔ اور اپنا دیدار نصیب فرمایا پھر اس نے وہ رقعہ آپ کو واپس دے دیا۔ اور یہ کہا، لیجئے اب مجھے اس کی ضرورت نہیں، آپ کی آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ رقعہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔آپ نے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور جناب باری میں عرض کیا:

خداوندا سب کچھ آپ کے فضل وکرم پر منحصر ہے۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار

نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

(تذکرۃ الاولیا عطار ص ۳۷۔۳۸ سیر الاقطاب ص ۱۴۔۱۵

خونیتہ الاصفیا جلد ا۔صفحہ ۲۲۴)

☆☆☆☆☆

ضلع رایچور کرناٹک میں حلقہ ذکر، تعلیم و تلقین، کا ایک روحانی منظر



عوارف المعارف (1)

از : شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

باب (1): علم تصوف کا منشاء ومبداء

نوٹ: اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے یہ کتاب اپنے زمانہ طالب علمی میں پڑھ چکے تھے اس کے باوجود حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے آپ کو یہ کتاب سبقا سبقا پڑھائی۔ اس لئے اس متبرک کتاب کو قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ ایڈیٹر۔

علمِ تصوف کا آغاز کس طرح ہوا:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے باسناد مروی ہے (نوٹ: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اس حدیث شریف کے تمام راویوں کو بیان کیا یعنی حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردی (عم شیخ سہروردؒ) نے بیان کیا کہ ان سے ابوطالب الحسین بن محمد بن بنیؒ نے کہا کہ اُن سے کریمہ بنت احمد بن محمد المزوریہ مجاور مکہ نے بیان کیا اورانہوں نے کہا کہ اُن سے ابوہشیم محمد بن مکی نے اور ان سے ابوعبداللہ محمد بن یوسفؒ الغریری نے اور ان سے ابوعبد محمد بن اسماعیلؒ بخاری نے اور شیخ محمد اسماعیل بخاری سے ابوکریبؒ نے اورابوکریبؒ سے ابواسامہؒ نے اورابوسامہؒ سے بریدؒ نے ان سے ابی بردہ نے بیان کیا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنا۔ مترجم نے ان تمام واسطوں کو ترک کرکے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کو مروی تحریر کردیا۔) کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”بیشک میری اوراس چیز کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری قوم واقعی میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں تم کو ڈرانے ولا ہوں۔ (نوٹ: عرب جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ ناعی کسی گروہ یا قبیلہ کے حملہ کی خبر اس طرح دیتا کہ عریاں بھاگتا ہوآ کر کہتا کہ تم پر فلاں قبیلہ حملہ کیا چاہتا ہے۔) ہاں چلو بھاگ چلو اور بچو یہاں ذرا دیر بھی نہ ٹھہرو تو اس کا کہنا اس کی قوم کے ایک گروہ نے تومان لیا اور سرِ شام وہ گروہ وہاں سے چل کھڑا ہوا، آہستہ آہستہ چل کر دور نکل گیا اور لشکر کی دست برد سے بچ گیا لیکن ایک گروہ نے بات جھٹلائی اور جہاں تھے وہیں رہے، وہیں اُن کو صبح ہوئی اور صبح دم ہی اس لشکر نے ان کو آلیا اور ہلاک کرڈالا اور تہس نہس کرکے رکھ دیا“ پس یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میری پیروی کی اور ان لوگوں کی بھی جنہوں نے میرا کہانہ مانا اور جو چیزیں حق سے لایا تھا اس کی تکذیب کی۔“

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اور مثال اس شئے کی یعنی ہدایت اور علم کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اس موسلا دھار بارش کی ہے جو زمین پر برسا تو اس باراں سے زمین کے اس قطعہ نے جو قابل زراعت تھا پانی کو اپنے اندر جذب کرلیا اور اس میں خوب گھاس پیدا ہوئی اور سبزہ اُگا، اس زمین کا ایک قطعہ تالاب اور جھیل کی طرح تھا اس میں بارش کا یہ پانی رکا اور جمع ہوا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نفع پہنچایا لوگوں نے وہ پانی خود بھی پیا اور دوسروں کو بھی پلایا اس سے کھیتی باڑی میں بھی کام لیا اور ایک قطعہ اس زمین کا بالکل بنجر تھا نہ اس میں سبزہ اُگا اور نہ پانی ہی اس میں ٹھہر سکا۔ پس یہ مثال اس کی ہے جو دین الٰہی میں فقیہ ہوا اور

اس کو اس شئے نے نفع بخشا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تھا پر جب وہ خود صاحب علم ہوا تو اس نے دوسروں کو بھی علم سکھایا اور بنجر تختہ مثال اس شخص کی ہے جو اس سے متنبہ اور بیدار نہ ہوا اور نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا تھا۔

شیخ ابوالنجب سہروردیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس کی قبولیت اور پذیرائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قلوبِ صافی اور نفوس قدسی بنائے، تب صفائی کا فرق اور طہارت کا تفاوت فائدہ اور نفع کی شکل میں ظاہر ہوا۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ بعض قلوب تو اس زمین کے مانند ہیں جو زراعت کے لئے خوب ہی موزوں اور قابل ہیں جس سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے اور یہ وہ قلوب ہیں جنہوں نے فی نفسہ علم سے فائدہ اُٹھایا اور ہدایت یاب ہوئے اور ان کو اُن کے علم نے نفع بخشا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے طفیل ان کے علوم نے صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

بعض قلوب کی مثال: بعض قلوب تالابوں کے مانند ہیں یا جھیل کی طرح ہیں کہ ان میں پانی جمع ہوتا رہتا ہے (اور یہ جھیلیں صوفیہ اور مشائخ ہیں) کہ اِن صوفیا اور مشائخ سے عالموں اور زاہدوں کے قلوب پاک وصاف ہوگئے اور یہ حضرات مزید امتناع (بندشوں) کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے یعنی اور جھیل و تالاب جس طرح بندشوں سے پانی جمع کرنے کے قابل بن جاتے ہیں یہی حال ان حضرات کا ہے حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی خدمت میں رہا تو میں نے ان کو جھیلوں اور تالابوں کی طرح پایا اس لئے کہ ان کے قلوب صافی (علوم کے) حافظ ونگہبان تھے اور ان کے دل اس صفا کی بدولت جوان کو روزی اور نصیب ہوئی علوم کے ظروف بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب آیت وَتعیھا اُذُنٌ وَا عِیَۃٌ (یعنی اس کو یاد رکھنے والے کان سنیں) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا کہ اے علیؓ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے اور خواستگاری کی ہے کہ وہ تمہارے کان ایسے بنادے (جو سنیں اور یاد رکھیں)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ اس روز سے نہ میں کسی چیز کو بھولا اور نہ پھر میں کبھی بھول میں گرفتار ہوا۔ حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسے گوشِ حق نیوش اللہ تعالیٰ کے اسرار کے ظروف ہیں۔ حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ایسے ظروف (دعیہ) اپنے اپنے معدن میں ایسے ہیں کہ ان میں کوئی شئے سوائے اس کے جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے موجود نہیں ہے بالفاظ دگر وہ ماسوا اللہ سے خالی ہیں اس صورت میں طبائع کا یہ اضطراب ایک قسم کا جہل ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

صوفیائے کرام کے قلوب حافظ ہیں

ہیں: پس صوفیائے کرام کے قلوب حافظ ہیں (اسرار الٰہی کے) اس لئے کہ دنیا کی طرف انہوں نے رغبت بہت کم کی اور اس کے بعد جب تقویٰ کی جڑ اور بنیاد ان کے اندر استوار اور مستحکم ہوگئی تو پرہیز وتقویٰ سے ان کے نفوس پاکیزہ اور زاہد کی بدولت ان کے دل صاف وشفاف ہوگئے اور جب انہوں نے دنیا کے علائق کو زہد کی حقیقت سے نیست و نابود کر دیا تو اس وقت اُن کے بُطون کے مسامات کھل گئے (تفتحت مسام بَواطنھم) اور گوش دل سے وہ سننے لگے اور زہدِ دنیا اس امر میں اُن کا معاون ومددگار ہوا پس علمائے تفسیر آئمہ حدیث اور فقہائے اسلام نے اپنے اپنے علم سے کتاب و

سنت کا احاطہ کیا اور ان سے احکام کا اِستنباط کیا۔(احکام اخذ کئے) اور حوادث نو بہ نو کو نصوص الٰہیہ کی اصل کی جانب رجوع کیا۔ پیدا ہونے والے مسائل اور معاملات کو اپنے تفقہ اور علم کی بدولت نصوص الٰہیہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے ان مسائل و معاملات کے فیصلے کئے۔

فقہائے اسلام کی خدمات :اللہ تعالیٰ نے ان علماء کے ذریعہ دین کی حمایت اور حفاظت فرمائی۔ علمائے تفسیر نے تفسیر کے اسباب دریافت کرائے۔ علم تاویل سے روشناس کرایا اور لغتِ عرب کے طریقوں سے واقف کرایا۔ صرف ونحو کے عجائب وغرائب (اس اصول تفسیر کے تحت) بیان کئے، قصصِ قرآنی کے اصول قرأۃ سبعہ اور اس کے اختلاف کے اسباب و وجوہ بیان کئے اور ان علمائے تفسیر نے ان موضوعات پر بہت سی تصانیف پیش کیں۔(نوٹ: ملاحظہ کیجئے مقدمہ برترجمہ تاریخ الخلفاء از مترجم نیز علامہ راغب طباخ کی ثقافت و آثار اسلامیہ ملاحظہ فرمائیے۔) علمائے کرام کی ان کاوشوں سے اُمت مسلمہ پر علوم قرآنی بہت وسیع اور کشادہ ہوگئے۔ یہ خدمات تو علمائے فنِ تفسیر کی تھیں اور دوسری طرف آئمہ حدیث نے احادیث صحیح وحسن میں تمیز کی (اس کا ایک معیار مقرر کیا) اور راویانِ حدیث کی چھان بین اور ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرکے فن اسماء الرجال کی تدوین کی اور اس فن میں یکتائے زمانہ شمار کئے گئے (کہ ان سے قبل کسی قوم میں یہ کام نہیں ہوا تھا) اور انہوں نے جرح وتعدیل کے اصول وضع کرکے احادیث پر (صحت وعدم صحت) کے حکم لگائے تاکہ صحیح وسقیم میں تمیز ہوسکے اور کج وراست میں امتیاز کیا جاسکے اور اس طرح روایت اور سند حدیث کا طریقہ (تحفظ سنت کے لئے) مصئون ومحفوظ رہے۔

فقیہان عظّام نے اس امر میں کوشش شروع کی کہ احکام الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام کا استنباط کریں (احکام اخذ کریں) مسائل کی تفریح کی جائے اور تعلیل کی معرفت حاصل کی جائے۔(یعنی فقہی مسائل کو کس طرح اخذ کیا جائے۔ ان کی فرع کی کیا صورت نکالی جائے اور تعلیل مسائل کی کیا صورت رکھی جائے) تاکہ فروع (مسائل فروعیہ) کو اصول علت بائے جامعہ سے ثابت کرنے میں اور فروغ کو اصول سے رجوع کرنے میں آسانی ہو انہوں نے اس امر میں کوشش کی کہ نئے مسائل کو نصوص کے احکام سے کامل کریں (جو نت نئے مسائل فقہی پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کو نصوص سے ثابت کیا جاسکتا ہے) چنانچہ جب ان مسائل پر تنقیح اور ان اصول کی تشریح وتوضیح کی گئی تو علم فقہ و احکام سے علم اصولِ فقہ اور علم خلاف پیدا ہوئے اسی علم خلاف سے علم جدل نکلا (نوٹ: علم جَدَل، علم مناظرہ، یہ علم پہلے تو تنقیح مسائل کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے اصل مقصد سے ہٹتے گئے یہاں تک کہ اب کج بحثی اور سخن پروری کا اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اس علم کا فروغ ماموں الرشید کے دور میں ہوا۔ مترجم) اس سے یہ ثابت ہوا کہ علم اصول دین سب سے زیادہ علم اصول فقہ کا ضرورت مند ہے۔ اسی طرح علم فرائض کا تعلق بھی علم فقہ سے ہے اور علم فرائض کے باعث علم حساب اور علم جبر و مقابلہ (الجبرا) وغیرہ کی ضرورت پڑی، جب ان علوم پر کتابیں تصنیف کی گئیں تو شریعت اسلامیہ کی خوب ترویج وتوسیع ہوئی اور اس کو استواری اور استحکام حاصل ہوا۔ دین اسلام جو ایک سچا اور سیدھا دین ہے اور مستقیم اور قائم ہوگیا (ان علوم یعنی تفسیر وحدیث وفقہ سے اس کو مزید استحکام حاصل ہوا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم مخلوق کے لئے جو نظام رشد وہدایت لیکر تشریف لائے تھے اس کی جڑیں دور دور تک پھیل گئیں اور خوب ہی شاخ

درشاخ اور برگ آور ہوا (دور دور تک اس کی شاخیں پھیل گئیں)۔

اس وقت قلوبِ علماء کی سرزمین سے جس نے ہدایت اور علم کے آبِ حیات سے سیرابی حاصل کی تھی، عجیب عجیب حسین اور سرسبز و شاداب چراگاہیں اور سبزہ زار پیدا ہوئے (علمائے کرام نے تفقہ فی الدین کے جوہر دکھائے اور اپنی تصنیفات متنوعہ سے آغوشِ اسلام کو مالا مال کردیا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَتٌ م بِقَدَرِھَا ط ترجمہ: اس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر بہہ نکلے رودخانے اپنے اپنے ظرف کے مطابق۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پانی علم ہے اور رودخانے (ندی نالے) لوگوں کے دِل ہیں حضرت ابو بکر وسطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا موتی پیدا کیا جو بہت صاف وشفاف تھا پھر اس نے اپنی چشمِ جلال سے اس موتی کا نظارہ کیا تب وحیا کے مارے پانی پانی ہوگیا اور بہہ نکلا پس اس کے بارے میں فرمایا کہ انزل من السماع ماء فسالت اودیة بقدرھا۔ تب دلوں کو یہ پانی پہنچا اور وہ صاف وشفاف ہوگئے، حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ انزل من السماءِ ماء ایک ضرب المثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے فرمائی ہے وہ اس طرح کہ جب سیل آب رود خانوں سے گزرتی ہے تو اُن رودخانوں میں جس قدر اور جس قسم کی نجاست ہوتی ہے وہ سیل سب کو بہالیجاتی ہے اسی طرح جب نور کا سیلان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں میں تقسیم فرمایا ہے تو اس سیلِ نور کے بہاؤ (سیلان) میں نہ کوئی غفلت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی ظلمت! سیل نور سب کو بہالیجاتی ہے)

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یعنی اتارا آسمان سے حصہ نور کا فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدْرِھَا یعنی انوار دلوں میں بہہ نکلے بقدر اس کے جتنا اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل ان کے لئے مقسوم کیا تھا۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً پس اگر کف (جھاگ) ہے یعنی اس پر باطل کا جھاگ موجود ہے تو جاتا رہے گا (باطل کا جھاگ بہہ جائے گا۔) پھر قلوب اس طرح روشن اور منور ہوجاتے ہیں کہ ان میں کسی طرح کا میل اور کثافت باقی نہیں رہتی، وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسُ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ط ناحق اور ناچیز مٹ جاتے ہیں اور حقیقتیں باقی رہتی ہیں (جو لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا زمین پر نہیں ٹھہرتا)

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً کے معنی ہیں کہ ''انواع و اقسام کی کرامات آسمان سے اُتاریں۔'' اس صورت میں ہر قلب نے اپنا حصہ اور اپنا نصیب لے لیا پھر علی نے تفسیر وحدیث اور فقہ کے دلوں کے دریا اپنے اپنے اندازے سے بہہ نکلے اسی طرح قلوب صوفیہ کے رودخانے جاری ہوگئے کہ یہ صوفیۂ علمائے تارک الدنیا ہیں اور یہ اپنے اندازے کے مطابق حَبائلِ تقویٰ کی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں، اور جس کے باطن میں دنیا کا لوث اور گندگی، دُنیا کی محبت، مال وجاہ کی آرزو اور طلب مناصب وعلوم رتبت کی خواہش جاگزیں ہے تو ایسے شخص کے دل کا دریا اپنے حال میں رواں ہے۔ (ان تمام کدورتوں کے ساتھ بہہ رہا ہے)۔ ایسے شخص نے ایک جزو صالح عمل تو حاصل کیا لیکن حقائقِ علوم سے بہرہ مند نہیں ہوا اور وہ شخص جس نے دنیا کی طرف توجہ نہیں کی اور اسے دنیا کی طرف رغبت نہیں ہوئی تو ایسے شخص کی دل کی وادی کشادہ ہوگئی۔ ایسے دل میں علم کا پانی جمع ہوا اور وہ تالاب سے جھیل بن گیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت بی بی فاطمہ سامؒ

از: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

حضرت بی بی فاطمہ سامؒ اپنے زمانہ کی صالحہ، عابدہ اور صبر وشکر کرنے والی بی بی تھیں، بی بی فاطمہ کا تذکرہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور آپکے خلفاء کے ملفوظات میں بکثرت موجود ہے، کہتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اکثر بی بی فاطمہ کے مقبرہ میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ فرمایا کرتے تھے کہ بی بی فاطمہ سامؒ ایک مرد تھے جن کو اللہ نے عورتوں کی شکل میں بھیجا تھا۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیر جب اپنے کچھار سے نکلتا ہے تو کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ، انسانوں کو ان سے خوفزدہ ہونا ضروری ہے خواہ وہ نر یا مادہ، پھر اس کے بعد بی بی فاطمہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا وہ نہایت بوڑھی اور صالحہ بی بی تھیں، میں نے خود اُن کو دیکھا ہے، بڑی پیاری بی بی تھیں شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اور شیخ نجیب الدین متوکلؒ اور بی بی فاطمہؒ، منہ بولے بھائی بہن تھے، ہر چیز کے متعلق حسب حال شعر کہا کرتی تھیں، مجھے ان کے یہ دو مصرعے یاد ہیں۔ شعر

ہم عشق طالب کنی وہم جہاں خواہی
ہر دو طالبی ولے میسر نشود !

شیخ نظام الدینؒ فرماتے تھے میں نے بی بی سامؒ کی زبانی خود سنا ہے وہ کہا کرتی تھیں جو کوئی اللہ کے راستہ میں تھوڑی سی روٹی اور پانی کا گلاس کسی کو دیتا ہے، تو اللہ اس پر دین ودنیا کی ایسی نعمتیں نچھاور کرتا ہے جو لاکھوں روزے نماز سے بھی نہیں مل سکتیں، میر سید گیسودرازؒ نے اپنی ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ نصیرالدین محمودؒ کی مجلس میں ایک مرتبہ بی بی فاطمہ سامؒ کی تعریف پہ بات چل پڑی جس پر شیخ نصیرالدینؒ نے کہا کہ بی بی فاطمہ سامؒ اپنی وفات کے بعد ایک شخص کے خواب میں آئیں اور کہا کہ ایک دن میں دربار خداوندی میں تیزی کے ساتھ جارہی تھی کہ مجھ سے آسمانی فرشتے نے آواز دے کر کہا، کون ہو، ٹھہر جاؤ، کتنی بے باکی سے جاری ہو، اور میں نے بھی قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ خود نہ بلائے گا میں بھی یہیں بیٹھی رہوں گی، کچھ دیر ہے۔ ام المومنین بی بی خدیجہؓ اور بی بی فاطمہؓ دونوں تشریف لالیں، میں ان کے قدموں پر گر پڑی، ان دونوں نے فرمایا، اے فاطمہ سلام! آج کیا بات ہے جو اللہ نے ہم کو تمہارے بلانے کے لئے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی لونڈی ہوں اور اس سے زیادہ میری عزت اور کیا ہوگی کہ آپ مجھے بلانے تشریف لائی ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ میں نے قسم کھائی تھی۔ اس کے بعد فرمان الٰہی ہوا، کہ فاطمہ سام سچ کہتی ہے، تم دونوں بیچ میں سے ہٹو، اور اسے فاطمہ سام میرے پاس آؤ کہو کیا چاہتی ہو؟ میں خود آیا ہوں، جس پر میں فاطمہ سلام نے عرض کیا اے اللہ! تیرے دربار میں ایسے بے ادب بھی ہیں جو تیرے پاس آنے والوں کو پہچانتے تک نہیں یہ قصہ بیان کرکے خواب دیکھنے والے نے بلند آواز سے آہ کی اور

اپنی قبر میں بیٹھ گیا۔

میر سید محمد گیسودرازؒ فرما رہے ہیں کہ خدمت گار کا گمان یہ ہے کہ حضرت چراغ دہلویؒ نے اپنی جانب کنایہ اشارہ کیا ہے اور رسم قدیم کے موافق لفظ غائب (وہ) لکھا ہے۔

خیر المجالس میں مذکور ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے مولانا حسام الدینؒ سے فرمایا اسے حسام الدین! آج ہم نے ایک ابدال دیکھا، انھوں نے کہا حضور کہاں دیکھا؟ فرمایا آج میں بی بی فاطمہ سامؒ کی زیارت پر گیا جو حوض والے قبرستان میں ہے، وہاں میں نے ایک آدمی دیکھا جو لکڑیوں کی ٹوکری سر پر رکھے حوض کے کنارے پر آیا، اس نے لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا، پھر اس طرح وضو کیا کہ مجھے بے انتہا تعجب ہوا، غرض کہ اُس نے وضو کے بعد دو رکعت نماز بڑے سکون سے ادا کیں، مجھے اس کی پر ذوق نماز پڑھنے پر بھی حیرت ہوئی، اس کے بعد اُس نے تین مرتبہ حوض میں ٹوکرا دھویا، پھر درود شریف پڑھ پڑھ کر ایک ایک کر کے سب لکڑیوں کو دھویا، اس کے بعد اس نے وہ ڈھلی ہوئی ٹوکری پھر حوض میں تین مرتبہ ڈبو کر نکالی اور کنارہ پر رکھدی تا کہ ہیں کا پانی ٹپک جائے، یہ تمام ماجرا دیکھ کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی پگڑی میں سے ایک اشرفی نکال کر ان کو دی لیکن انھوں نے قبول نہیں کی اور کہا مجھے معذور رکھئے، اس پر میں نے کہا آپ دو آنے کی خاطر اتنی تکالیف اور محنت کر رہے ہیں اللہ نے آپ کو ایک اشرفی بھجوائی ہے یہ کیوں نہیں لیتے؟ اس پر اُس نے کہا بیٹھو تو بتاؤں۔ چنانچہ ہم دونوں بیٹھ گئے اور اس نے کہنا شروع کیا، میرے والد بھی یہی کام کرتے تھے، میرے بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا، اسوقت مجھے دین کے اتنے ہی احکام بتائے گئے تھے کہ میں پنج وقتہ نماز کے قابل ہو گیا تھا، پھر والدہ نے اپنے انتقال کے وقت مجھے اپنے پاس بلا کر کہا، میری گرہ میں ایک چیز رکھی ہے اسے نکالو، میں نے والدہ کی کمر سے وہ گرہ نکال کر اُن کو دی تو انھوں نے وہ گرہ کھول کر اس میں سے کچھ روپے نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا یہ میرے دفن کفن وغیرہ کے لئے ہیں، پھر اس گرہ میں کی باقی رقم بیس روپے تھی، یہ بھی مجھے دیتے ہوئے کہا تمہارے والد کی تمام عمر کی کمائی یہی ہے یہ لو اور باغ جا کر اس میں سے لکڑیاں اور سبزی خرید کر فروخت کرنا اور اسی پر گزر بسر کرنا اور اس کے سوائے کسی دوسرے طریقے سے کوئی چیز نہ لینا اور اسے اپنے استعمال میں لانا، جب اُس لکڑی والے شخص نے قصہ پورا سنا دیا تو میں سمجھ گیا کہ یہ ابدال ہے اور ابدال کسی سے کوئی چیز بطور نذر یا تحفہ وغیرہ قبول نہیں کرتے ہیں صرف مزدوری کر کے کھاتے ہیں۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ بی بی فاطمہ سامؒ کا مزار قصبہ اندریت کے علاقہ میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے، لیکن میں مولف اخبار الاخیار کہتا ہوں کہ بی بی فاطمہ سامؒ کی قبر اب تک دہلی میں نخاس دروازہ کے اندر ایک کھنڈر میں ہے جس سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں الا ماشاء اللہ۔ بعض لوگ ان کو بی بی شام اور بعض بی بی صائمہ کہتے ہیں یہ دونوں غلط ہیں بلکہ ان کا اصلی نام بی بی فاطمہ سام ہے، اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

(ماخوذ از: اخبار الاخیار)

☆☆☆☆☆

حیات و مسائلِ نسواں اور قرآنِ حکیم

ڈاکٹر مسرت فردوس (ریٹائرڈ پروفیسر)
ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد
(مہاراشٹر)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ زمین و آسمان، ستارے، سیارے، چاند، سورج، درخت، پہاڑ، میدان، دریا، سمندر، چرند پرند، کیڑے مکوڑے، غرض یہ کہ اُس تخلیق کار کی قدرت کی وسعت کا اندازہ لگانا ہمارے لئے دشوار ہے۔ ان سب میں انسان کی فلاح و بہبود اور نفع رسانی پوشیدہ ہے۔ انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ سب سے بڑی نعمت رشد و ہدایت ہے۔ آسمانی صحیفوں اور رسولوں کی بعثت سے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کا انتظام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر دین و دنیا کی فلاح و سعادت اور رشد و ہدایت کا جامع اور کامل ترین دستور نازل کیا۔ آپؐ پر نازل ہونے والے اس دستور ہدایت اور آئین فلاح و سعادت کو تمام پچھلی آسمانی کتابوں اور الٰہی علوم و معارف کا خلاصہ لب لباب اور گنج گراں مایہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورہ بقرہ آیت ۱۔۲، ۲۳۔۲۴، سورہ یٰس ۱ تا ۶ میں یہ بتایا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس جیسی ایک بھی سورت کوئی بنا نہیں سکتا، یہ حکمت سے بھرا ہوا ہے۔

قرآن زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور ہر مرحلے پر انسانیت کی ہدایت کے لئے اس میں ابدی تعلیمات موجود ہیں۔ قرآن ایک عالمگیر اور ابدی تحریک و دعوت ہے۔ وہ باطل کے خلاف نبرد آزما ہے، اُس نے انسان کو خدا سے پھری ہوئی اور راہِ حق سے بھٹکی ہوئی دنیا کو صحیح راہ دکھائی۔ اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو پڑھا جائے، سمجھا جائے اور پورے خلوص کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے۔ دنیا کی نصف آبادی عورت ہے۔ حیاتِ انسانی و معمولاتِ زندگی میں مرد و زن دونوں کی شرکت اور اہمیت یکساں ہے۔

قرآن مجید میں بار بار یاایھاالذین آمنوا یعنی جو ایمان لائے ہیں کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اور کچھ آیتیں ایسی ہیں جن میں مردوں کے برابر عورتوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا ہے کہ :

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

© https://www.khwajaheslamiacademy.com

''بے شک اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں۔ اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔ ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ نیکی کے ہر کام میں مردوں کے لئے جتنا اجر وثواب ہے عورتوں کے لئے بھی اتنا ہی ہے۔

اسی سورہ کی آیت نمبر ۳۶ / اس طرح ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورہ احزاب)

''کسی مومن مرد یا کسی مومن عورت کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں اور تو پھر ان کے لئے اُس میں اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

اس آیت کا مفہوم بتایا ہے کہ جس کام سے مردوں کو منع فرمایا گیا اُن ہی باتوں سے عورتوں کو بھی مخاطب کر کے محتاط رہنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں نہ صرف مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ذکر ہے بلکہ مشرک اور منافق مردوں وعورتوں کے بارے میں بھی آیتیں موجود ہیں۔ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۷۳ پر غور فرمائیے :

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

''تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے۔ اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ان آیتوں کو پیش کرنے کا مقصد یہی ہے کہ نیک اعمال اور اُس کے اجر وثواب و بداعمالی واللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں ہر طرح کی عورتوں اور مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مرد اور عورت کو برابری کا ہی درجہ دیا گیا ہے۔ مرد وزن کے درجات میں برابری کے متعلق ہمیں سورہ آل عمران آیت ۱۹۵، سورہ النساء آیت ۳۲ / اور ۱۲۴، سورہ النحل آیت ۹۷ میں یہی ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاہے مرد ہو یا عورت وہی مقرب اور نیک بندہ یا بندی ہے جو احکامات کی پیروی کرتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ

نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورہ النساء ۔۳۲)

(ترجمہ) ''اور جس چیز میں خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو، مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کئے اور عورتوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کئے اور خدا سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو، کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے۔''

سورۂ النحل میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نیک اعمال کا اچھا صلہ دیا جائے گا :

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورہ النحل ۔۹۷)

''جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

وہ نکات یا مسائل جن کا تعلق عورت اور مرد دونوں سے ہے اور جن پر عمل آوری سے صحت مند، خوشحال و پُرسکون معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ مثلاً نکاح، طلاق، مہر اور وراثت کے احکامات نہایت تفصیل اور واضح طور پر آئے ہیں۔ ان سورتوں کے ترجمہ اور تفسیر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ انصاف، حسن سلوک اور اپنی رحمت خاص سے نوازا ہے۔ کون سی عورتوں سے نکاح جائز ہے کس سے نہیں ہے قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ آیت ۲۲۱ میں بتایا گیا ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے، اُس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ سورہ النساء کی آیت ۲۲ سے ۲۴ تک وہ تمام رشتے بتائے گئے ہیں جن سے نکاح جائز نہیں۔ سورہ النساء کی آیت ۳ میں کہا گیا ہے کہ ''اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو اُن کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کرلو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ سورہ المائدہ آیت ۵ میں کہا گیا ہے کہ :

''آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کو حلال ہے اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں جبکہ ان کا مہر دے دو اور اُن سے عفت قائم رکھنا مقصود ہو نہ کھلی بدکار کرنی یا نہ چھپی دوستی کرنی اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا اُس کے عمل ضائع ہوگئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

سورۃ نور کی آیت ۳۲۔۳۳ میں بتایا گیا ہے کہ :

''اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کردیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں نکاح کردیا

© https://www.khwajaahsanuddin.life

کرو۔"

ان آیتوں سے جو اہم نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ کہ (i) یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف کرو۔ (ii) ایک سے زیادہ نکاح کیا جاسکتا ہے لیکن سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔ (iii) منکوحہ عورتوں میں انصاف ضروری ہے۔ (iv) پاک دامن عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ (v) نکاح کا مقصد عفت قائم کرنا ہو شہوت رانی نہ ہو۔ (vi) بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ (vii) غلام اور لونڈیوں کا نکاح کیا جائے۔ (viii) نکاح کیا جائے مہر ادا ہو۔ نکاح نہ کرنے سے بدکاری کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یہ تمام نکات عورتوں کے لئے سہوت ونفع بخش ہیں۔

مہر ادا کرنے کے احکامات بھی بہت سخت ہیں۔ بار بار تاکید کی گئی ہے کہ مہر ادا کیا جائے بلکہ نکاح کے شرائط میں اہم شرط مہر کی ادائیگی ہے :

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا (سورۃ النسا۔۴)

(ترجمہ) "اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دیا کرو، وہاں اگر وہ خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھالو۔"

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (سورۃ النساء۔۲۴)

(ترجمہ) "جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو، اُن کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کردو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

اِسی طرح سورہ النساء کی آیت ۱۹ تا ۲۱ سورہ احزاب اور سورہ الممتحنہ آیت ۱۰۔۱۱ میں مہر ادا کرنے کی تاکید کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا عورتوں پر احسانِ عظیم ہے کہ وراثت میں اُن کا حصہ اور حق مقرر کیا گیا ہے۔ الگ الگ معاملات اور حالات میں والد کے ترکہ میں بیٹی کا حق، شوہر کی جائیداد میں بیوی کا حق، بیٹے کی کمائی میں والدہ یا ماں کا حق بتایا گیا ہے۔ عورتوں کی جانب داری اور انھیں معاشی اعتبار سے مستحکم و مضبوط کیا گیا ہے۔ سورہ الانفال آیت ۷۵ راور سورۃ النساء کی آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۹، ۳۴ اور ۱۷۶ میں وراثت کے حقوق پر تفصیلی روشنی ہے اور عورتوں کے ساتھ عدل وانصاف کو روا رکھا گیا ہے۔ اِسی طرح طلاق کو بہت ہی ناپسندیدہ عمل کہا گیا ہے لیکن انصاف نہ ہونے کی صورت میں طلاق کی اجازت ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۶ سے ۲۳۲ تک مسلسل طلاق کی تفصیلات درج ہیں۔ سورہ بقرہ کی ۲۳۶، ۲۳۷، سورہ الاحزاب کی آیت ۴۹، سورہ مجادلہ کی آیت ۳ راور ۴، سورہ طلاق کی آیت ایک سے لے کر سات تک موجود ہے۔

طلاق شدہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور شائستگی سے پیش آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ :

"اور جب تم عورتوں کو دو دفعہ طلاق دے چکو اور اُن کی

عدت پوری ہوجائے تو انھیں یا تو حسن سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بطریق شائستہ رخصت کردو اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہئے کہ انھیں تکلیف دو اور اُن پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور خدا کے احکام کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ۔''

زندگی کے سفر میں عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیوں کے مانند ہوتے ہیں۔ تنہا سفر کرنا مشکل ہے۔ عورت اور مرد دونوں کے حقوق کے بارے میں ایسے احکامات ہیں کہ عملی زندگی میں اُن کے اپنائے یا اختیار کئے بغیر کئی دشواریاں حائل ہوسکتی ہے۔ شرعی احکامات کے ماننے میں ہی انسان ومعاشرہ کی بھلائی ہے۔

عورتوں کی پاک دامنی، عصمت وعفت کے متعلق قرآن حکیم کے احکامات سے یہ بات واضح ہے کہ حیا وشرم ہی عورت کا سب سے قیمتی زیور ہے۔ پردہ کے تعلق سے سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۹ میں اللہ تعالیٰ نبیؐ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں :

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہوجائے گی تو وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت سے عورتوں کی حفاظت مقصود ہے کہ وہ ستائی نہ جائیں، بری نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ چادر اوڑھنے والی عورتیں معزز، صاحب عزت وتوقیر جانی جاتی ہیں۔ چادر اُن کی عصمت و عفت کی علامت ہے۔ سورۂ نور کی ابتدائی آیتیں عورت کی پاک دامنی بیان کرتی ہیں۔ عورتوں اور مردوں کو سختی سے زنا کی بدکاری سے بچنے کی تاکید کی گئی اور سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا جارہا ہے :

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیورات کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اُس میں سے کھلا رہتا ہو۔ اور

اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز اُن خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا، کسی پر اپنی زینت اور سنگار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) اُن کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو سب خدا کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔''

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲، ۳۳ اور آیت ۵۳ میں تسلسل کے ساتھ پردے کے احکامات آئے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس کے عربی متن اور اُس کے اردو ترجمہ کو ہم جان لیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (سورہ الاحزاب۔۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو تو تم لہجے میں نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور معروف کے مطابق بات کہو۔''

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورہ الاحزاب۔۳۳)

''اور ہم اپنے گھر میں قرار سے رہو اور (اسلام سے) پہلے کی جاہلیت کی طرح دکھلاتی نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو چاہتا ہے کہ تم اہل بیت (رسول کے گھر والوں) سے آلودگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کر دے۔''

پردے کے احکامات میں عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے، بناؤ سنگار کو چھپانے، زیورات کی آواز یا جھنکار کو پوشیدہ رکھنے، نرم آواز میں گفتگو نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ پاک دامنی کو اختیار کرنے پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ پاک دامن عورتوں پر عیب لگانے پر سخت وعید ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پر الزام لگائے تو چار گواہ لانے کی پابندی ہے۔ (سورہ نور آیت نمبر ۴) اِسی طرح سورۃ النور کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا ہے کہ :

''بے شک جو لوگ پاک دامن، بے خبر، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے۔''

اِسی سورۃ میں آگے چل کر آیت ۲۶ میں کہا گیا ہے :

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ

© http://www.khwajaclasses.net

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورہ النور۔۲۶)

(ترجمہ)''خبیثات (یعنی بری عورتیں) خبیثوں (یعنی برے مردوں) کے لئے ہیں اور خبیث، خبیثات کے لئے ہیں اور طیبات (اچھی عورتیں) طیبوں (اچھے مردوں) کے لئے ہیں اور طیب طیبات کے لئے وہ لوگ برے ہیں اُن باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اور اسی طرح آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا ہے کہ :

''اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انھیں چاہئے کہ وہ پاک دامن رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کردے اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے طالب ہوں تو انھیں مکاتب بنالو، اگر تم ان میں صلاحیت پاؤ اور انھیں اُس مال میں سے دو جو اللہ نے تمھیں دیا ہے اور اپنے باندیوں کو پیشہ پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں۔ محض اس لئے کہ دنیاوی زندگی کا کچھ فائدہ تمھیں حاصل ہوجائے۔''

عورت پر یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے آپ کو غیر مرد کی نگاہوں سے محفوظ رکھے اور اُس کا کوئی فعل، حرکت وعمل ایسا نہ ہو کہ مرد کو اُس سے رغبت ہو اور پورے معاشرے پر بھی عائد ہے کہ پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگائے۔ اپنی لونڈیوں کا نکاح کردیں اور انھیں پیشہ پر مجبور نہ کریں۔ آج کا مغربی معاشرہ اس کی ضد ہے کہ انھوں نے عورت کو show piece بنادیا ہے۔ اُسے عریاں کرکے بازار کی زینت بنارہے ہیں۔

اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے۔ ماں کی اطاعت کرنی ہے بلکہ اس کی رضامندی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی قرار دیا ہے۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہ قول ہر جگہ اور ہر موقع پر دہرایا گیا ہے۔ جنت کا قریب ترین راستہ ماں کی خدمت میں ہے۔ والدہ کے حقوق، والد کے حقوق سے بھی زیادہ قرار دیئے گئے ہیں۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ الاحقاف۔۱۵)

''اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنا اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو وہ کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں۔''

اس آیت میں ماں کی تکلیف یعنی حمل کو پیٹ میں رکھنا،

بچہ پیدا ہونے کی تکلیف، دودھ پلانا اور پھر دودھ چھڑانے کا ذکر موجود ہے۔ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳، ۲۴ ملاحظہ فرمائیں :

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

''اور میرے رب نے فیصلہ کردیا کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں، ان میں سے ایک یا دونوں، تو انھیں اُف نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو، اور اُن سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا دو۔ اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

اسلام نے عورت کو بطور بیوی بھی خوب عزت بخشی ہے۔ شوہروں کو بیوی کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے۔ اُس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا، زندگی کے تمام چھوٹے بڑے مسائل میں اُس کے مشورے کو تسلیم کرنا، اُس کی صحت اور خوشیوں کا خیال رکھنا، جائز حقوق ادا کرنا، اخراجات برداشت کرنا، غرض میاں بیوی بہترین رفیق حیات اور ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ البتہ خاوند کو بیوی پر حاکمیت حاصل ہے، کیونکہ خاوند تمام تر اخراجات کا ذمہ دار اور گھر کا سربراہ ہے۔ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے بہترین وہی ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ بیوی کی رضامندی کے بغیر بیوی کی دولت ہتھیانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۹ اس طرح ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

''اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی اپنی میراث میں لے لو اور نہ انھیں اِس غرض سے روکے رکھو کہ تم نے جو کچھ انھیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ اُن سے واپس لے لو، مگر اِس صورت میں کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں اور ان کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اُس میں تمہارے لئے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔''

سورہ النساء کی آیت نمبر ۳۴ اس طرح ہے کہ :

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ

© https://www.khwajaheabanizamilife

اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا

''مرد عورتوں کے اوپر قوام (محافظ و منتظم) ہیں۔ اِس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے۔ پس جو نیک عورتیں ہیں وہ فرمانبرداری کرنے والی ہیں، پیٹھ پیچھے نگہبانی کرتی ہیں، اللہ کی حفاظت سے اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہے، انھیں سمجھاؤ اور انھیں ان کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور انھیں ہلکی سزا دو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف الزام کی راہ نہ تلاش کرو۔ بے شک اللہ سب سے اوپر ہے بہت بڑا ہے۔''

اِسی طرح سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۲۸ کا متن اس طرح ہے :

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

''اور دستور کے مطابق جس طرح (مردوں کے) عورتوں پر حقوق ہیں اِسی طرح دستور کے مطابق عورتوں کے (مردوں) پر حقوق ہیں (اور ذمہ داریاں بھی) اور مردوں کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا ہے۔''

اسلام عورت کو بطور بیٹی بھی بہت اہم مقام دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے بچیوں کی تعلیم و تربیت کی خوب ترغیب دی ہے اور بچیوں کی اچھی تربیت پر اجر عظیم مقرر کیا ہے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو بطور بہن، پھوپھی اور خالہ بھی عزت اور اکرام سے نوازا ہے۔ اسلام نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور اس کی خوب ترغیب دلائی ہے۔ رشتہ داروں سے قطع تعلقی کو حرام قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام نے عورت کی شان اور عظمت کو بڑھایا ہے۔ بہت سے احکامات میں عورت کو مرد کے برابر قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح ایمان اور اطاعت گزاری کا حکم دیا گیا ہے۔ آخرت میں اِسے مرد کے برابر ثواب ملے گا۔ عورت کو بولنے کا حق بھی حاصل ہے، وہ نیکی کا حکم دے سکتی ہے برائی سے روک سکتی ہے۔ اللہ کی جانب دعوت دے سکتی ہے۔ عورت کو حقِ ملکیت بھی حاصل ہے۔ اسلام اِسے خرید و فروخت کا حق بھی دیتا ہے۔ وراثت میں سے حصہ بھی دلاتا ہے، عورت کو صدقہ و خیرات اور تحائف دینے کا بھی حق حاصل ہے۔ کوئی بھی عورت کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینے کا حقدار نہیں ہے۔ عورت کو بھی خوشحال زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ اس پر کسی قسم کی جارحیت یا زیادتی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر ظلم نہیں کیا جاسکتا۔ علم و عرفان کی دولت سمیٹنا بھی عورت کا حق ہے بلکہ دینی امور کے متعلق عورت کے لئے علم حاصل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں مرد و زن کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆☆

© http://www.khwajakhanzadeh.life

حضرت سیدہ محمودہ خواجہ بانو نظامیؒ

از : حضرت خواجہ باحسن ثانی نظامیؒ



حضرت خواجہ باحسن ثانی نظامیؒ نے اپنی والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد ایک مضمون بعنوان ''حضرت خواجہ باٹوؒ کی رحلت'' لکھا تھا۔ جس میں معمولی تبدیلی کر کے اسے یوں پیش کیا جارہا ہے۔ امام المشائخ، شمس العلماء مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی شریک حیات اور رفیق کار حضرت سیدہ محمودہ خواجہ بانو نظامی نے ۱۷ر شعبان ۱۴۰۵ھ مطابق ۸ر مئی ۱۹۸۵ء بروز چہارشنبہ صبح چھ بجے وفات پائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز نماز عشاء سے قبل درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ میں نماز جنازہ ہوئی اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے روضے میں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے حضرت بی بی فاطمہؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ مرد ہے جسے عورت کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ نیز حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب جنگل سے شیر نکلتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ شیر ہے یا شیرنی ہے۔ سب کہتے ہیں شیر آیا۔ شیر آیا۔ اسی طرح انسان کو چاہے عورت ہو یا مرد صاحبِ کمال ہونا چاہیئے۔

حضرت خواجہ بانو بھی ایک صاحب کمال خاتون تھیں۔ انھوں نے سات سو برس پہلے مردانگی کا سکہ جمانے والی اس نیک خاتون کی تاریخ وفات ہی نہیں پائی (حضرت بی بی فاطمہ سام کی وفات بھی ۱۷ر شعبان کو ہوئی تھی) بلکہ اور بھی بہت سی خوبیاں ان کو اس روحانی ورثے میں ملیں کہ دونوں حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ سے نسبت رکھتی تھیں۔

حضرت خواجہ بانو علیہا الرحمتہ نے مسلمان عورتوں کی معاشرتی اصلاح اور دینی تعلیم وتربیت کا کام اپنے شوہر نامدار کے شانہ بشانہ انجام دیا۔ سسرال میں تکلیف پانے والی لڑکیوں کا ان سے بڑا مددگار کوئی نہ تھا۔ اپنے پرائے سب کے ہاں صلح صفائی کرانے اور مظلوم خواتین کی حمایت کے لئے وہ ہمیشہ تیار رہتیں۔ آج کتنے ہی ایسے خوش حال اور شاد آباد گھر ہیں جو حضرت خواجہ بانو کے بغیر شاید فساد اور طلاق کی صعوبتوں میں پڑے ہوتے۔ مرحومہ اپنے محلے اور واقفیت کے حلقے میں نہ کسی کو ننگا بھوکا دیکھ سکتی تھیں نہ کوئی مریض انکے ہوتے غربت اور ناداری کے سبب بے علاج رہتا تھا۔ مظلوم اور مصیبت زدہ عورتیں اپنے عزیز اقربا کے پاس جانے سے پہلے مرحومہ کے پاس فریادی ہوتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ خواجہ بانو ان کے اپنے عزیز اقارب سے زیادہ ان کی مدد کریں گی۔

© https://www.khwajahasanizami.life

ان کے روزمرّہ کے معمولات ایک مثالی عورت کے معمولات تھے۔فرض نمازوں کے علاوہ تہجد اور تلاوت اور ذکر و شغل میں ان کا اہتمام بہت ہی غیر معمولی تھا۔پچھلی رات کے ذکر و شغل اور تلاوت کے لئے وہ ہمیشہ اپنے گھر کا ایسا گوشہ انتخاب کرتی تھیں کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو۔ان کی نماز کی ایک چوکی ،قرآن مجید اور وظیفے کی کتابیں باورچی خانے میں بھی رکھی رہتی تھیں۔اور کام کاج کے دوران اگر پانچ منٹ کا وقت بھی انھیں ملتا تھا تو اسے ضائع نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ فوراً تلاوت کرنے بیٹھ جاتی تھیں۔ انہوں نے گھر کا ایک چھوٹا سا کمرہ خاص نماز کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور اس کو مسجد کی سی شکل دے رکھی تھی۔مگر عبادت کے اس ذوق سے ان کے کام کاج کا حرج کبھی نہیں ہوتا تھا۔صبح کی نماز کے وقت وہ باورچی خانے میں پہنچ جاتی تھیں۔اور رات کو بھی سارے گھر اور مہمانوں کو کھانا کھلوانے کے بعد ہی باورچی خانے سے نکلتی تھیں انہوں نے ساری زندگی کھانا اس وقت تک نہیں کھایا جب تک سب مہمان اور گھر والے کھانے سے فارغ نہ ہو گئے۔اور سب ملازموں کو کھانا نہ دے دیا گیا۔انہوں نے اپنے نوکروں کو ہمیشہ وہی کھانا کھلایا جو خود کھایا۔۸رمئی بدھ کے دن انہوں نے تقریباً ساڑھے تراسی سال کی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا۔مگر اس عمر اور قسم قسم کے امراض کے باوجود ان کی مستعدی کا یہ علم تھا کہ ۲رمئی کی صبح کو انہوں نے خود باورچی خانے میں جا کر سب کو ناشتہ کرایا تھا۔اسی دن ظہر کی نماز کے بعد مصلے ہی پر وہ بے ہوش ہو کر گر گئی تھیں اور انھیں اسپتال لے جایا گیا تھا۔مگر اسپتال سے دوسرے ہی دن انہوں نے گھر واپس جانے کے لئے اصرار کیا کہ اسپتال میں اونچا کموڈ ہونے کی وجہ سے طہارت کا انتظام ان کی مرضی کے موافق نہیں تھا۔اور ان کی نماز قضا ہو رہی تھی۔

حضرت خواجہ باتوؒ نے اپنے محلے اور خاندان کے بے شمار بچوں کو قرآن مجید پڑھایا اور دینی تعلیم دی۔وہ حافظ قرآن نہیں تھیں۔ مگر مسلسل تلاوت کرتے رہنے کی وجہ سے قرآن مجید پر ایسا عبور ان کو تھا کہ اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہوئے بھی وہ دور سے بچوں کو سبق دے دیا کرتی تھیں۔اور کوئی بچہ سبق یاد کرتے وقت غلط پڑھتا تو وہ دور سے بیٹھے بیٹھے ٹوک دیتی تھیں اور اصلاح کرتی تھیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے جو اسکول جاری کئے ۔اس کے انتظام میں حضرت خواجہ بانو برابر کا حصہ لیتی تھیں۔خاص کر ہوسٹل کے طلباء کی دیکھ بھال وہ ایسی محبت سے کرتی تھیں کہ بچوں کو اپنے گھر کی شفقتیں یاد آجاتی تھیں۔اس زمانے میں فارغ التحصیل طلباء میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو انھیں امی جان نہ کہتا ہو۔اور اسکول چھوڑنے اور زندگی کے جھمیلوں میں الجھ جانے کے بعد بھی انھیں یاد نہ کرتا رہا ہو۔ ہر عید بقرعید کو وہ اپنی امی جان کے نام مبارکباد کے تار بھیجتے تھے اور خط لکھتے تھے۔ایسے ہی ایک پرانے طالب علم جو خود ادھیڑ عمر کے ہو چکے تھے۔دہلی آئے تو انہوں نے زنانے مکان میں جانا چاہا۔لوگوں نے انھیں روکا اور کہا کہ اندر پردہ ہے تو وہ دھاروں دھار آنسوؤں سے رونے لگے اور کہا کہ کیا امی اپنے بیٹے سے پردہ کریں گی؟ مجھے خواجہ صاحبؒ کے اسکول اور ہاسٹل میں اس لیے بھیجا گیا تھا کہ میری ماں مجھے بہت چھوٹا چھوڑ کر مر گئی تھیں۔لیکن یہاں خواجہ بانو مجھے سگی ماں کی طرح چاہنے والی مل گئیں۔ ان سے میں نے ماں کی سی محبت پائی۔اور اپنی سگی ماں کو بھول گیا۔میں تو آج تک حضرت خواجہ بانو ہی کو اپنی ماں سمجھتا ہوں۔

اس ہوسٹل کے زمانے ہی کا واقعہ ہے کہ صفائی کرنے والے مہتر کا لڑکا جس کی عمر دس بارہ سال ہوگئی جھاڑو دینے آیا تو میرے مرحوم بڑے بھائی خواجہ علی نظامی نے جو خود اسی عمر کے تھے۔ کھانا کھاتے کھاتے اس مہتر زادے سے پانی پلانے کو کہا۔ وہ سمجھا کہ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ اس لیے ہنس کر بولا کہ میاں میں تو بھنگی ہوں! علی نظامی نے کہا کہ کیا بھنگی آدمی نہیں ہوتے۔ تو ہاتھ دھو اور مجھے پانی پلا۔ اور اگر تو نے پانی نہ پلایا تو میں تجھے ماروں گا۔ اس بیچارے نے مار کے ڈر سے ہاتھ دھو کر پانی لا دیا۔ اور خواجہ علی نظامی نے پی لیا۔ اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ سیدھا جامع مسجد گیا اور مسلمان ہو کر اپنے اسلام قبول کرنے کا سرٹیفکیٹ بھی لے آیا۔ خواجہ بانو کو اطلاع ہوئی تو اس لڑکے کو اس کے ماں باپ سے مانگ لیا۔ اور کہا کہ آج سے یہ بھی حسین اور علی کی طرح میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام اللہ راضی رکھا۔ افسوس اللہ راضی کی عمر نے وفا نہ کی وہ بیمار ہو کر جلدی انتقال کر گیا۔ مگر بیماری کے زمانے میں خواجہ بانو رات بھر پلنگ کی پٹی پر بیٹھ کر اسی طرح اس کا سر دباتی تھیں اور دیکھ بھال کرتی تھیں جس طرح اپنے بچے کی تیمارداری کیا کرتی تھیں۔ اللہ راضی انتقال کر گیا تو اسے اپنے خاندانی قبرستان میں اپنی ماں اور دادی کے قریب دفن کرایا۔

بہت سے لوگ اپنی خیرات اور زکوٰۃ تقسیم کرنے کے بجائے حضرت خواجہ بانو کے ہاتھ میں لا کر دیتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت کے ذریعے یہ رقوم ان تک پہنچیں گی۔ جو واقعی بہت ضرورت مند ہوں گے۔ وہ ہر کام ترتیب اور سلیقے سے کرنے کی عادی تھیں۔ ضرورت مندوں کی وہ باقاعدہ فہرست تیار رکھتی تھیں کہ جب بھی کہیں سے امداد آئے تو فوراً انھیں پہنچا دی جائے۔

نئی نسل کے لوگوں میں بہت کم کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت خواجہ بانو صاحب قلم بھی تھیں۔ ان کی تین کتابیں مطبوعہ موجود ہیں۔ اور بہت سے متفرق مضامین بھی چھپے ہیں۔ دہلی میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا تو اس میں بھی وہ تقریریں کرتی رہیں۔ ابتدائی زمانے میں حضرت خواجہ صاحب کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے اکثر کی تصحیح کا کام حضرت خواجہ باٹوؒ نے فرمایا تھا اور ۱۹۶۰ء تک میرے جتنے مضامین شائع ہوئے وہ بھی سب حضرت خواجہ بانو صاحبہ کی اصلاح کے بعد ہی شائع ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ بانو سے نکاح کیا تھا۔ اور یہ انتخاب اسی وجہ سے ہوا تھا کہ خواجہ صاحب ان کے لکھنے پڑھنے کے ذوق اور دینداری سے واقف تھے۔

نواب محمد مزمل اللہ خان مرحوم کی مشہور اہل قلم صاحبزادی زاہدہ خاتون شروانیہ صاحبہ جو ز، خ، ش کے قلمی نام سے لکھا کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ بانو کی بڑی دوست تھیں۔ انہوں نے حضرت خواجہ بانو کے صبح سے شام تک کے معمولات دیکھے تو اپنے ایک خط میں اس کی تعریف کی اور ان کی دینداری کو سراہا۔ اس کے جواب میں خواجہ باٹوؒ نے جبکہ ان کی عمر صرف سترہ برس کی تھی۔ زاہدہ خاتون صاحبہ کو لکھا تھا کہ میں نہیں سمجھتی کہ مجھ میں کوئی خاص دینداری ہے۔ فرائض کی پابندی اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس و ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے سو ہی کا مجھ خیال لگا رہتا فرائض کی پابندی اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس و ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے سو اسی کا مجھ خیال لگا رہتا ہے۔ اگر میں اس کے سوا کچھ کرتی تو آپ کا داد دینا مناسب ہوتا۔ حضرت خواجہ بانو کو ساری زندگی نہ کبھی زیور کپڑے کا شوق ہوا نہ اچھا کھانے سے دلچسپی رہی۔ البتہ اچھی جانمازوں اور تسبیحوں کا ان کے پاس بڑا ذخیرہ رہتا تھا۔

© https://www.khwajaghareebnizami.info

حضرت خواجہ باٹوؒ کی مذہبیت بڑی روشن خیال مذہبیت تھی۔ بے شمار عورتیں ان کے پاس دعا کرانے اور تعویذ لینے کے لئے آتی تھیں ان کے ایک تعویذ کی بڑی دھوم تھی کہ جن عورتوں کے دودھ نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ باٹوؒ کا تعویذ گھول کر پیتے ہی تھوڑی دیر میں دودھ اتر آتا ہے۔ مگر حضرت خواجہ بانو اپنے اس تعویذ کے بارے میں یہ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر میں ان لوگوں سے یہ کہوں کہ رضاعت کے زمانے میں ماں کو اچھی غذا ملتی چاہیئے تو یہ کبھی نہ مانیں گے اور اپنی غربت کا عذر کریں گے۔ لیکن تعویذ گنڈے کے لئے قرض ادھار تک کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے نام میں تو خیر برکت ہے ہی۔ مگر میں زعفران سے چینی کی تشتری پر تعویذ لکھ کر ان سے کہتی ہوں کہ پاؤ پاؤ بھر دودھ سے دھو کر ماں کو دن میں تین بار پلاؤ۔ ظاہر ہے جب دن بھر میں تین پاؤ دودھ ماں کو ملے گا تو اس کی صحت سدھرے گی اور دودھ آجائیگا۔

اللہ مجھے معاف کرے اور حضرت خواجہ باٹوؒ کی روح پاک بھی مجھے معاف کرے۔ انہوں نے مجھ سے اسپتال میں کہا تھا کہ میں تمہارے باباجان کی ہم خیال ہوں۔ میرے لیے سوئم، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کی رسمیں نہ کرنا۔ بلکہ اگر کرسکو اور اس کے لئے بھی میرا اصرار نہیں ہے۔ تو یہ کرنا کہ میری قبر پر کسی بہت خوش الحان قاری سے قرآن مجید پڑھوانا۔ میں نے ان کی اس وصیت پر ادھورا عمل کیا۔ یعنی قرآن تو ان کی قبر پر پڑھوایا جارہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ سوئم، دسویں، بیسویں چالیسویں کی فاتحہ بھی ہورہی ہے۔ مگر میں یہ کام رسم سمجھ کر نہیں کررہا۔ بلکہ اس لیے کررہا ہوں کہ اس بہانے کچھ قرآن خوانی ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کھانا کھالیتے ہیں۔ کچھ غریبوں کو کپڑا مل جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس چھوٹے بھائی خواجہ مہدی نظامی کی شادی ہوئی تو انہوں نے رواجی ولیمہ ایک سرے سے کرایا ہی نہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ مہدی ماشاء اللہ سمجھدار ہیں۔ ہر چیز کو سمجھتے ہیں مسنون ولیمے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم سارے شہر کو جمع کرو اور تمہاری دیکھا دیکھی غریب لوگ بھی قرض ادھار کرکے دنیا جہاں کو دعوت دیں۔ اور زیر بار ہوں۔ مسنون ولیمہ تو یہ ہے کہ مہدی سے کہو کہ اپنے قریبی دوستوں میں جس پانچ دس آدمیوں کو بلانا چاہیں بلالیں۔ اور شادی کے دوسرے دن ان کے ساتھ کھانا کھالیں سنت پر عمل ہو جائیگا۔

حضرت خواجہ باٹو کو حج وزیارت کی بڑی تمنا تھی جو الحمدللہ پوری ہوئی۔ میں بھی ہمرکاب رہا۔ انہوں نے حرم شریف میں جاتے ہی لوگوں کو کٹھولوں پر بیٹھے طواف کرتے دیکھا تو بڑی ناگواری ظاہر کی اور کہا کہ یہ بات خانہ خدا کے ادب کے خلاف ہے۔ جو لوگ جسمانی طور پر معذور ہیں ان کو یہاں آنا ہی نہیں چاہئے۔ حج میں استطاعت کی شرط میں جسمانی صحت بھی شامل ہے۔ مجھ اس وقت اپنی والدہ کی یہ بات کچھ عجیب سی لگی تھی۔ اور جب عرفات سے واپس کے وقت وہ بیمار ہوئیں اور ایسی حالت ہوگئی کہ جدے تک بھی سلامت پہنچنا مشکل نظر آنے لگا تو میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت خواجہ بانو کی بات پسند نہیں آئی ہے۔ اور اب اس کو اسی لیے بیمار ڈالا گیا ہے کہ وہ طواف زیارت کھٹولے میں بیٹھ کر کرائیں۔ ہم لوگ بمشکل والدہ کو حرم شریف تک لے گئے تھے۔ اور خیال تھا کہ شاید کھٹولے میں بیٹھنے کے قابل بھی وہ نہ ہوں۔ مگر کعبے پر نظر پڑتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ ان کی ساری بیماری یکا یک کافور ہوگئی ہے۔ وہ بغیر سہارے خود کھڑی ہوئیں اور اپنے پیروں طواف شروع کردیا۔ ہر

https://www.khwajahasannizami.info

چکر پر مجھے محسوس ہوتا تھا کہ خدا جانے اگلے چکر میں کیا واقعہ پیش آجائے۔ مگر کچھ نہیں ہوا۔ البتہ طواف اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد والدہ پھر ویسی ہی بیمار تھیں، جیسا ہم ان کو لے کر گئے تھے۔

حضرت خواجہ باقرؒ پر قلب کا حملہ دوسری بار کئی برس پہلے ہوا تھا۔ ان پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری تھیں۔ فیملی ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا اور کہا تھا کہ اب میرے بس کا کچھ نہیں رہا۔ اسپتال لے جاؤ۔ اسپتال لے جاتے وقت انھیں کسی قدر ہوش آ گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولیں کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ کیا کوئی جانے والے کو روک سکا ہے؟ کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ مجھے جانے سے روک لو۔ کیوں خود بھی پریشان ہوتے ہو اور مجھے بھی پریشان کرتے ہو میں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم موت کا علاج کرنا نہیں چاہتے۔ موت کا تو جب وقت آجائیگا کوئی علاج کام نہ دے گا۔ ہم بھی جانیں گے۔ آپ بھی جائیں گی۔ جو شخص موت کا علاج کرنا چاہے اس کے ایمان میں فرق ہے ہم تو صرف آپ کی موجودہ تکلیف کا علاج کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تکلیف کم ہو جائے اور اسی کے لئے اسپتال لے جا رہے ہیں۔ میرے اس جواب پر لمحہ بھر کے لئے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی آئی اور کہا کہ اچھا جو چاہو کرو!

ہندوستان کے مشہور ماہر امراض قلب ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب حضرت خواجہ بانو کے معالج رہے۔ اور انہوں نے حضرت خواجہ بانو کے علاج کے سلسلے میں نہ کبھی دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ ان کے دوست ڈاکٹر وج صاحب بھی بس ہر جتن کرتے رہے۔ لیکن اللہ کے حکم کے آگے کب کس کی چلی ہے۔ جوان مخلص اور خدمت گذار ڈاکٹروں کی چلتی۔ ہمارے پڑوسی ڈاکٹر علاء الدین صاحب تو حضرت خواجہ بانو کو اماں ہی کہتے تھے اور اولاد کی طرح ہی انہوں نے خدمت بھی کی۔ اسی طرح خواجہ مہدی نظامی کے برادر نسبتی ڈاکٹر محمد علی نظامی بھی دیکھ بھال کرتے تھے رہے۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر دے۔

حضرت خواجہ بانو کی رحلت ایک آدمی کی رحلت نہیں ہے۔ ایک انجمن اٹھ گئی۔ ایک ادارہ ختم ہو گیا۔ مگر نہیں میں نے غلط کہا۔ ادارہ انشاء اللہ ختم نہیں ہوگا۔ حضرت خواجہ باقرؒ کا نام بھی انشاء اللہ باقی رہے گا اور ان کے کام کو بھی خدا نے چاہا زندہ رکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہمیں ان کے دکھائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق ہو۔ جو لوگ حضرت خواجہ باقرؒ سے واقف رہے ہیں خاص کر خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے تاثرات لکھ کر بھیجیں۔ انشاء اللہ ان کے بارے میں مضامین کا ایک مجموعہ جلد شائع کیا جائیگا۔ اگر کسی کے پاس مرحومہ کی کوئی غیر مطبوعہ یا مطبوعہ تحریر یا خط ہو تو وہ بھی مرحمت فرمائیں۔

(ماخوذ: ماہنامہ منادی جلد ۶۰ شمارہ ۴، ۵)

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajakabanizami.life

دعا کے ساتھ عمل بھی ضروری

از : پروفیسر اختر الواسع

اسلام میں دُعا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعا افضل عبادت: ''الدعاء افضل العبادة'' اسی طرح ایک دوسری حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے: ''الدعاء مخ العبادة'' اور خود عبادت کو اللہ تعالیٰ نے انس وجن کی تخلیق کا مقصد بتایا ہے۔ (الذاریات) اس طرح جو بات اہمیت کے ساتھ سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے اور عبادت کا اصل مغز اور جوہر دعا ہے۔ دعا کی اسی اہمیت کے پیش نظر خود قرآن میں مومنین کو اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ وہ دعا کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''ادعونی استجبلکم'' (البقرہ) تم مجھے پکارو یا میرے حضور دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

انسان جو بھی دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ براہ راست اس کی دعا کو سنتا ہے۔ اس کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''نحن اقرب الیه من جبل الورید'' اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ (سورہ ق)

قرآن میں ہی دعا کے بعض طریقے اور آداب بھی بتائے گئے ہیں مثلاً یہ کہ تم رب سے تضرع اور آہستگی سے دعا کرو'' ادعوا ربکم تبضر عاو خفیه'' (البقرہ)۔ اسی طرح یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرو (اللہ اسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں علامہ ابن قیم اور بعض دوسرے اہم علماء کے بقول ''حیی'' اور ''قیوم'' کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ادعیہ ماثورہ میں یہ لفظ شامل ہے۔ مثلاً یہ دعا کہ یا حیی یا قیوم برحمتک استغیث ''اے خدائے حیی وقیوم! میں تجھ سے تیری رحمت کا فریادی ہوں'' اللہ تعالیٰ کا خود اپنی رحمت کی وسعت کا ذکر کرنا اور بندوں کو حوصلہ دینا، اس کے دل میں امید مغفرت کی جوت جگانا ہے۔

''دعا کو مومن کا ہتھیار بتایا گیا ہے کہ وہ اس کے مقصد کے حصول میں سب سے زیادہ ممدومعاون ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے طرز عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کی نظر میں دعا کے مقابلے میں تدبیر وعمل کی اہمیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہو۔ بڑے بڑے انفرادی واجتماعی مسائل کے تعلق سے ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہم پسینہ بہانے کے مطلوبہ تقاضے کو پس پشت ڈال کر آنسو بہانے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔''

سورہ اعراف ۱۵۶ میں ہے: ''رحمتی وسعت کل شیی'' میری رحمت تمام چیزوں پر حاوی وغالب ہے۔'' دوسری مشہور آیت جو اللہ کی رحمت بے پایا پر دلالت کرتی ہے وہ سورہ مومن کی آیت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا'' (سورہ مومن) بسم اللہ اور سورہ فاتحہ کے حوالے سے بار بار اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن اور رحیم کا اعادہ بھی دعا ہی کی ایک شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت ورحیمیت کی صفت کے تکرار واعادے کے ذریعہ معاصی کے خوگر اپنے بندوں کو دعا کے ذریعہ اس کے دامن عفو میں پناہ گیری کی ترغیب دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر بندہ اپنے مالک حقیقی سے دعا نہیں کرتا تو وہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ بندے کی کمال بندگی

محتاجگی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے دامن طلب کو پھیلائے اور ہاتھ اُٹھائے ہوئے خدا کے حضور میں گر جائے۔ دعا کو مومن کا ہتھیار بتایا گیا ہے کہ وہ اس کے مقاصد کے حصول میں سب سے زیادہ ممد و معاون ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری زبانیں دعاؤں سے نہ تھکیں اور ہم دعاؤں کی بظاہر عدم مقبولیت پر مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک بندۂ مومن جب دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً قبول کر لیتا ہے یا پھر اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے یا اس کے بقدر مصائب کو اس سے دور کر دیتا ہے۔ بہت سی دعاؤں کو ان کی اپنی شکل میں رد کر دینا اللہ کی عین حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتا ہے، جس کو کوئی بھی انسان نہیں سمجھ سکتا۔ ایک دوسری حدیث کے مطابق ہماری بہت سی بلاؤں اور مشکلات و مسائل میں ان دعاؤں کے عوض آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو دیگر مقاصد کے لئے کی گئی تھیں۔ بلاشبہ ہم گناہ گار بندوں کے لئے یہ نہایت حوصلہ افزا امر ہے۔

دعا کے تعلق سے ایک اہم پہلو بددعا کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت بددعا کرنے کی نہیں تھی۔ مختلف واقعات میں جب رسول اللہ ﷺ سے اس کی درخواست کی گئی تھی تو آپ نے بجائے بددعا کے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ چنانچہ بعض صحابہ نے جب آپ سے گزارش کی کہ آپ قبلیہ دوس کے لئے بددعا کر دیں تو آپ نے قبلہ کی طرف رخ کر کے بددعا کے بجائے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے: ''**اللھم اھد دوسا**'' اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب فرما۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن کے حق میں بھی دعا کرنے والا ہو، بددعا کرنے والا نہ ہو۔ اگرچہ علماء نے آیت: ''**لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم**'' برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ (النساء) اور اس حدیث کی بنیاد پر اس کی اجازت دی ہے، جس کے مطابق اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ یا آڑ نہیں ہے۔ ''**ان دعوہ المظلوم لیس بینھا وبین اللہ حجاب**'' تاہم ظالم کے ظلم و ستم کا انتقام لینے یا بددعا کی جگہ خدا کے حضور میں فریاد اور صبر و برداشت کی ترغیب دی گئی ہے۔

دعا کی اپنی ان تمام تر اہمیتوں کے باوجود بہر حال دعا ہے۔ وہ انسانی عمل کا بدل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے لفظوں میں دین کی کامیابی ہو یا دنیا کی کامیابی، وہ اصلاً انسان کے اپنے عمل پر انحصار کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے: ''**لیس الانسان الاماسعی**'' (انسان کو کچھ نہیں ملتا اس کی کوشش کے بغیر) اسی لیے قرآن و حدیث میں شروع سے آخیر تک پوری تاکید کے ساتھ عمل کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام میں دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق اپنے مقصد کے حصول میں جو بھی کوشش و کاوش کر سکتا ہو، اس سے دریغ نہ کرے۔ اس کے بعد اس کے نتیجے کو خدا پر چھوڑتے ہوئے اس میں کامیابی کے لیے اس سے دعا گو ہو۔

لیکن اس وقت مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے طرز عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کی نظر میں دعا کے مقابلے میں تدبیر و عمل کی اہمیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے افرادی و اجتماعی مسائل کے تعلق سے ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہم پسینہ بہانے کے مطلوبہ تقاضے کو پس پشت ڈال کر آنسو بہانے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ یہ تقریباً ویسا ہی طرز عمل ہے، جس کے بارے میں اقبال کا مشہور مصرعہ ہے کہ: ''یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا''

خودرسول اللہ ﷺ کا طرز عمل کیا تھا اس کا اندازہ غزوۂ بدر کے واقعے سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اس کی پوری منصوبہ بندی کی۔ صحابہ کے مشورے سے اس بات وقبول کیا کہ بجائے شہر میں رہ کر مقابلہ کرنے کے، شہر سے باہر جاکر مقابلے کی کوشش کی جائے۔ آپ نے اسباب کی سطح پر فوجی حکمت عملی کے نقطۂ نظر سے تمام تر انتظامات کیے اور جب میدان میں کفر واسلام کی فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ آرائی کے لیے آمنے سامنے ہوئیں، تو آپ نے اپنا ہاتھ بارگاہ رب العزت کے حضور میں پھیلا دیا کہ بارالہٰ! اگر اللہ پر ایمان لانے والوں کی چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر اس روئے زمین پر کبھی کوئی تیرا نام لیوا پیدا نہیں ہوگا۔ آپ کے لئے آسان تھا کہ آپ اسباب جمع کیے بغیر خدا کے حضور دوست دعا دراز کردیں۔ اللہ تعالیٰ شاید آپ کی دعا کو کبھی رد نہ کرتا، لیکن آپ نے خدا کی اس سنت (طریقے) کا خیال کیا، جو قرآن کے مطابق اٹل ہے اور اس میں کبھی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی (بنی اسرائیل) ۔ یہ آپ کی سنت ہی نہیں، بلکہ یہی کائنات کی اٹل حقیقت ہے۔

ایک طرف ہماری طرف سے اسباب کی سطح پر ایسی کوشش ہونی چاہئے اور دوسری طرف اللہ کے حضور میں دعاء تبھی ہماری تقدیر بدل سکتی ہے، جس کا وعدہ حدیث میں کیا گیا ہے۔ صرف دعا پر انحصار تعمیری رویہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے ہم درخت لگا کر ہی بہتر پھل کے آنے کی دعا اور توقع کرسکتے ہیں۔ بصورت دیگر ہماری عمر کیوں نہ گزر جائے، ہم مطلوبہ پھل حاصل نہیں کرسکتے۔ یہی قدرت کا قانون ہے اور ہم سب اسی کے پابند ہیں۔

(ماخوذ از ماہنامہ منادی، نئی دہلی۔ جلد 87، شمارہ 2)

☆☆☆☆☆





© https://www.khwajahasannizami.life

حضرت سیدہ محمودہ خواجہ بانو نظامیؒ کے سالانہ عرس تقاریب کی جھلکیاں













حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست کتب

نظر ثانی قیمت

1۔ قرآن شریف اردو 500روپے

2-قرآن شریف ہندی 500روپے

3-قرآن مجید-عام فہم تفسیر 1000روپے

4-فوائدالفواداردو 700روپے

5-فوائدالفواد ہندی 350روپے

6-تصوف رسم وحقیقت150روپے

7-سی پارہ دل اردو300روپے

8-سی پارہ دل ہندی300روپے

9-سفرنامہ مصر،شام وحجاز250روپے

10-راحت القلوب75روپے

11-تذکرہ نظامی30روپے

12-مرشدکوسجدہ تعظیم 30روپے

13-1857 کی یادگار کتابیں600روپے

14-مادرِ ہمدرد 50روپے

15-محرم نامہ 150روپے

16-شواہدنظامی200روپے

17-سیرالاولیاء اردو700روپے

18-سیرالاولیاءفارسی 700روپے

19-سیرالاولیاءانگریزی۔ 1000روپے

20-تاریخی روزنامچہ 250روپے

21-سماع،وجدورقص30روپے

22-اسرارکلام اللہ اسم اعظم 100روپے

23-گائے کی جان بچانے کا بیان اردو- مفت

24-گائے کی جان بچانے کا بیان ہندی۔مفت

25-یزیدنامہ 150روپے

26-تمانچہ بارخسار یزید 100روپے

27-نظامی بنسری اردو 300روپے

28-نظامی بنسری ہندی 300روپے

29- میلادنامہ 100روپے

30-فاطمی دعوت اسلام 300روپے

31-مراۃ الاسرار 500روپے

32- حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شخصیت اور کارنامے۔(دوجلدوں میں)1500روپے

33-خراج عقیدت۔حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ 600روپے

34-بیگمات کی آنسو ہندی 200روپے

35-سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ 250روپے

36-فوائدالفوادانگریزی500روپے

37-حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء، ناظم اور مریدین700روپے

38- نظامی بسنت کے پھول (مطالعہ بین المذاھب)1100 روپے

ملنے کا پتہ: خواجہ **سید محمد نظامی**،خواجہ پبلیکیشنز ،خواجہ ہال، بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء،نئی دہلی 110013

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.life